مختصر سوانح حضرات

نقشبندیہ مجددیہ

مسمّٰی بہ

مقدمہ سلسلہ

حضرت چشموی

مجددی نقشبندی

مؤلفہ مولوی عبداللہ صاحب درخانی نقشبندی

مترجمہ حضرت مولوی عبدالشکور صاحب طوروی

حسبِ فرمائش

صوفی محمد رحمت اللہ صاحب نقشبندی

سگِ آستانہ چشموی

اس نظر ثانی شدہ کتاب کے نقل وطباعت کے حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب .... مختصر سوانح حضرات نقشبندیہ مجددیہ۔
تصنیف .... مولوی عبید اللہ درخانی۔
ترجمہ .... مولوی عبد الشکور طوری۔
بفرمائش .... صوفی محمد رحمت اللہ سیل پٹ
کتابت .... محمد ایوب سونگی بیل پٹ
صفحات ۱۰۵
سن طباعت .... سنہ ۱۹۹۶ء
اشاعت ثانی .... سنہ ۱۹۹۶ء
تعداد .... ـــ ۱۰۰۰ جلدیں۔
قیمت .... روپے
مطبوعہ ....

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیشِ لفظ

گر تو سنگ خارۂ مرمر شوی
چون بصاحب دل رسی گوہر شوی

عالم الدین صاحب (ہدایت الانسان) میں فرماتے ہیں۔ خاص کر اس زمانہ موجودہ میں کہیں علمائے بے عمل کا زور ہے۔ کہیں صوفیائے جاہل کا شور۔ نہ وہ پہلا ذوق ہے نہ شوق نہ سوز نہ گداز نہ عشق نہ راز و نیاز نہ وہ محبت و اخلاص۔ نہ وہ اعتماد نہ ادب نہ وہ درد۔ کہیں فلسفہ و منطق کا نکما جھگڑا ہے کہیں تحقیق مذہب کی لاطائل بحث و جدال ہے۔ دل ہمہ تن محبت دنیا میں مردہ اور عاقبت کی طرف افسردہ نہ نماز نہ روزہ نہ حج نہ زکوٰۃ کی فکر۔ پھر ذکر الٰہی کا کیا ذکر۔ نہایت ضروری ہے کہ علمائے ربانی کی تصنیفات کو ہر وقت پیش رکھیں۔ اور ان کے مطالعہ سے اپنی حالت کو درست کریں۔ کیونکہ یہ وہ لوگ ہیں جن کا دیدار ظاہری و باطنی امراض

کیلئے شفا اللہ اور ان کا کلام معجزہ نظام بیمار دلوں کے لئے دوا ہے
ان کی تصنیفات سوئے ہوئے دلوں کو غفلت کی نیند سے جگاتی ہیں.
اور غائبانہ جذبہ عشق الٰہی کی آگ غافل قلبوں میں لگاتی ہیں.

گر تو چاہے وصل حق اے بے خبر۔ کاملوں کی خاک پا ہو سر بسر۔
اس صفت کی گر ملے تجھ کو گدا۔ ان کے اوپر جان دل سے ہو فدا۔
سب سے ہو آزاد ان کا ہو غلام۔ جب ملے دین کا مزا تجھ کو تمام۔

حضرت خواجہ عبدالکریم صاحب نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ
ہدایت الانسان میں فرماتے ہیں کہ فقیہ ابواللیث سمرقندی لکھتے ہیں کہ جو کوئی
آٹھ قسم کے لوگوں کے ساتھ صحبت رکھے اس کو آٹھ چیزیں اللہ تعالیٰ
زیادہ کرتا ہے. جو کوئی دولت مندوں کے ساتھ بیٹھے اللہ تعالیٰ اس کو دنیا
کی محبت اور رغبت زیادہ کرتا ہے۔ اور جو کوئی فقراء کے ساتھ بیٹھے اللہ
تعالیٰ اس کے واسطے شکر اور رضا زیادہ کرتا ہے. اور جو کوئی بادشاہ کے
ساتھ صحبت رکھے اللہ تعالیٰ اس کے لئے تکبر اور دل کی سختی زیادہ
کرتا ہے اور جو کوئی عورتوں کے ساتھ صحبت رکھے اللہ تعالیٰ اس کی
جہالت اور شہوت اور ان کی عقل کی طرف میلان زیادہ کرتا ہے۔ اور
جس کی صحبت لڑکوں کے ساتھ ہو اس میں لہو لعب کھیل کود زیادہ
ہوتا ہے. اور جو فاسقوں کی صحبت میں بیٹھے اس کو گناہ کرنے میں دلیری
ہوتی ہے اور توبہ کرنے میں تاخیر کرتا ہے اور جو کوئی صالحین کی صحبت
اختیار کرے اللہ تعالیٰ اطاعت کی رغبت اور محبت اس میں زیادہ

کرتا ہے۔ اور گناہوں سے بچنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور جو کوئی علمائے ربانی کی صحبت میں بیٹھے اس کے لئے اللہ تعالیٰ علم اور پرہیزگاری زیادہ کرتا ہے۔ کہتے ہیں کہ جو کوئی علمائے ربانی کی صحبت میں جاکر بیٹھے اور جو کوئی علم کی بات محفوظ اور زیادہ یاد نہ رکھ سکے۔ اس کو سات کرامتیں حاصل ہوتی ہیں، اول یہ کہ وہ متعلموں اور شاگردوں کا درجہ پاتا ہے۔ دوسرے جب تک ان کے پاس بیٹھا رہے۔ خطاؤں اور گناہوں سے بچا رہتا ہے۔ تیسرے جب گھر سے نکلتا ہے اس پر اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔ چوتھے جب تک ان کے پاس بیٹھا رہے تو جب اللہ کی رحمت اس پر نازل ہوتی ہے۔ تو اس کی صحبت کے سبب سے اس کو بھی اللہ کی رحمت گھیر لیتی ہے۔ پانچویں جب تک ان کے کلام کو سنتا رہے گا نیکیاں اس کے نام لکھی جائیں گی۔ چھٹے یہ کہ فرشتے پروں کے نیچے ان کو اور ان کے باعث اس کو بھی ڈھانپ لیتے ہیں۔ ساتویں جو قدم اٹھاتا ہے اور رکھتا ہے۔ وہ گناہوں کا کفارہ اور درجہ کو بلند کرنے والا اور نیکیوں کو زیادہ کرنے والا ہوتا ہے۔ پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ چھ کرامتیں اور عطا فرماتا ہے۔ اول یہ کہ علمائے ربانی کی مجلس میں حاضر ہونے کی وجہ سے اس کی عزت اور حرمت بڑھ جاتی ہے۔ دوسرے جتنے اس کی پیروی اور اقتدار کریں گے اس کے نام میں ان سب کے اجروں جتنے اجر لکھے جاتے ہیں بغیر اس بات کے ان کے اجر کم ہوں تیسرے یہ کہ اگر ایک بھی ان سے بخشا گیا تو وہ باقیوں کے واسطے شفاعت کریگا۔

چوتھے یہ کہ اسکا دل فاسقوں اور بدکاروں کی صحبت سے سرد ہو جاتا ہے پانچویں یہ کہ وہ متعلمین اور صالحین کے طریق میں داخل ہو جاتا ہے چھٹے یہ کہ اللہ تعالیٰ کے امر کو قائم رکھتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

کُوْنُوْا رَبّٰنِیّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ

یعنی تم کتاب الٰہی پڑھ کر علمائے و فقہا ربانی بن جاؤ یہ کرامتیں اور بخشش تو اس کے واسطے ہیں جن کو علم کی باتیں یاد نہ رہ سکیں لیکن وہ آدمی جو یاد رکھکر اس پر عمل کرے اور دوسروں کو بتائے اس کے کئی گنا زیادہ فضائل حاصل ہوتے ہیں۔

حضرت خواجہ ضیاء اللہ صاحب نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصنیف "مقاصد السالکین" میں تحریر فرماتے ہیں کہ اہل اللہ کی صحبت میں ایسا اثر ہے۔ کہ انسان کو حق سبحانہٗ تعالیٰ کی دوستی کے شرف سے مشرف کر دیتا ہے۔ بشری کدورتوں اور نفسانی کالکوں کو دور کر دیتا ہے جب اولیائے اللہ کے دل پر فیض وارد ہوتا ہے تو تمام اہل مجلس اور محبتی لوگ اپنے اپنے اعتقاد اور محبت کے موافق اسی فیض سے حصہ لیتے ہیں۔ اس کی مثال اس طرح پر ہے کہ جب تیل کو خوشبودار پھولوں کی صحبت ہوتی ہے۔ تو انکی سب خوشبو تیل میں آمیز ہو جاتی ہے۔ اور ان کو اپنی طرح بنا لیتی ہے۔ اس طرح اولیائے اللہ کی صحبت کا اثر ہے کہ ان کا فیض ہم نشینوں کی جان کے مغز کو معطر کرتا ہے۔ اور بری صفتوں کو پسندیدہ صفتوں سے بدل دیتا ہے (مثنوی) ہر کہ خواہد ہم نشینی با خدا۔ گو نشین

اندر حضور اولیاء - ہم نشینی مقبلاں خود کیمیاست - چوں نظر شاں کیمیائے خود کجاست - چوں شوی دور از حضور اولیا - در حقیقت گشتہ دور از خدا -

ترجمہ:- جو شخص خدا کی صحبت چاہتا ہے اس کو کہدے کہ اولیاء اللہ کے حضور میں بیٹھے اللہ کے مقبلوں کی ہم نشینی کیمیا ہے - بلکہ ان کی نگاہ کو کیمیا سے کیا نسبت ہے - جب تو اولیا اللہ کے حضور سے دور ہو تو درحقیقت خدا سے دور ہوتا ہے - یہی وجہ ہے کہ مشائخان طریقت اپنے مریدوں کو سب سے پہلے ہم نشینی کا ارشاد فرماتے ہیں خاص کر مبتدی کو تو اہل اللہ کی صحبت نفلوں کی عبادت سے بڑھ کر ہے اس لئے کہ اولیا اللہ کی صحبت میں بیٹھ کر آداب سیکھتے ہیں اور ایک دوسرے سے فیض لیتے ہیں (الشیطان مع الواحد - شیطان اکیلے آدمی کا ہم نشین ہے) مگر اس مقام پر ایک بہت بڑی بات یاد رکھنے کی ہے - جاننا چاہیے کہ نفس مبتدی نے ابھی شیطان اور نفس کے وسوسوں سے ابھی خلاصی نہیں پائی اور اپنی خودی میں گرفتار ہے اس کے لئے تو صحبت عین فرض ہے اور وہ کامل آدمی جو خودی اور اپنی قابلیتوں کے گھمنڈ سے نجات پاگیا ہے اور جس کے دل کی چار دیواری میں نفس اور شیطان کا گذر نہیں رہا ہے اس کے لئے صحبت اور خلوت برابر ہیں پس جس سعادت مند شخص کو اس سعادت کی آرزو ہو اس کو لازم ہے کہ اہل اللہ کی صحبت میں ادب کی خوبی کے طریق کو نگاہ رکھے اور اس کی شرطوں کو بجا لاوے - اور اس جماعت کی صحبت کے آداب حسب ذیل ان کی مجالس میں نہایت ادب کے ساتھ

بیٹھے اور اپنی حیثیت سے برتر جگہ پر بیٹھنے کا ارادہ نہ کرے۔ اور اپنے پیش مفلس ظاہر کرے۔ ان کو حقارت کی نگاہ سے نہ دیکھے ان کے ساتھ تکبر سے پیش نہ آئے۔ ان کے حضور لغو و بیہودہ باتیں نہ کرے اور کوئی ایسی حرکت سرزد نہ ہو جو ان کی ناپسندیدگی کا باعث ہو اور جنبی اور بے وضو ہونے کی حالت میں ان کی صحبت میں نہ بیٹھے اور دوسرے اہل مجلس پر فوقیت نہ چاہے بلکہ فروتنی اور شکستگی ظاہر کرے اور ان کے کاموں اور باتوں پر اعتراض نہ کرے۔ جب جو بات کہتے لگیں تو کان لگا کر اہل اسرار بزرگوں کی باتیں فائدہ اور حکمت سے خالی نہیں ہوتی اور بحث و جھگڑے پر نہ آجائے بلکہ ان کا کلام دل کانوں سے سُننے اور اس میں کچھ دخل نہ دے کیونکہ اولیاء اللہ کی زبان خدا کے بھید کا خزانہ ہے (یہ ایک کلیہ قاعدہ ہے کہ) جو بات زبان سے نکلتی ہے کانوں میں اثر کرتی ہے اور جو دل سے نکلتی وہ جان میں اثر کرتی ہے۔ دل ان کے باطن کی طرف متوجہ کرے تاکہ ان کے خزانہ سے اس کے سینہ پر فیض پہنچے اور اولیاء اللہ کی صحبت کا فیض دل کو خدا کی طرف لے جاتا ہے۔ اور حق سبحانہٗ تعالیٰ کی محبت غالب آتی ہے تاکہ محبت کے غلبہ سے دل کا استغراق پیدا ہو جب شوق و ذوق کی۔ حلاوت باطن میں اثر کرے تو ہر ایک اندیشہ جو غیر اللہ کا دل میں آوے اس سے کراہت اور بیزاری کرے اور خدا تعالیٰ کے سوا ناخوش ہو اور ہر وقت پورے شوق کے ساتھ حق سبحانہٗ تعالیٰ کی درگاہ میں متوجہ ہو۔

یکے از خاکپائے چشتیہ

صوفی محمد رحمت اللہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَنْزَلَ الْفُرْقَانَ وَ اَمَرَ فِیْہِ حَیْثُ قَالَ وَاقْتَرِبْ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ الْاٰیَۃَ وَنَھٰی فِیْہِ حَیْثُ قَالَ فَلَا تَقْعُدْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَہٗ عَنْ ذِکْرِنَا الْاٰیَۃَ وَالصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ نِ الْمُصْطَفٰی خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ وَعَلٰی اٰلِہِ الْاَخْیَارِ وَ اَصْحَابِہِ الْاَبْرَارِ الَّذِیْنَ بَایَعُوْ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْھِمْ اَجْمَعِیْنَ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ ؕ

مقدمہ

بظاہر کتنی عجیب بات ہے کہ تصوف ایک طرف تو کمال دین یا درجہ احسان ہے۔ جو اسلام و ایمان کا بلند ترین مقام ہے اور حضرات صوفیا یا اولیا اللہ کی نسبت تصور یہ ہے کہ ان کو حق تعالیٰ کی بارگاہ میں قرب واقربیت حضور و معیت کا جو مقام حاصل ہوتا ہے۔ وہ خالی علوم ظاہری کے حاملین بڑے بڑے فقہا و محدثین کو بھی نہیں ہوتا۔ ان کو اپنی زندگی کے سارے اعمال وافعال، حرکات و سکنات میں ایک ایسی میسر ہوتی ہے کہ گویا وہ ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کے مشاہدہ و حضوری میں ہیں۔ اور کسی نہ کسی نوع کے مکالمہ و مناجات سے بھی مشرف ہیں اس طرح صوفیا سے بلند درجہ صرف انبیا علیہم السلام کا ہے۔ یہ اولیا اللہ یا بزرگان دین کے بارے میں عوام کا ہی عقیدہ نہیں بلکہ خواص محققین کے ہاں بھی کسی نہ کسی صورت میں مسلم ہے۔ بعض لوگوں کا یہ خیال ہے۔ کہ جس وقت علم کتاب و سنت وفقہ درجۂ وافی و کافی کسی کو حاصل ہو تو اس کے بعد کیا ضرورت ہے کہ کاملین کی صحبت اور بیعت کرے۔ جاننا چاہیئے کہ یہ خیالات سراسر غلط ہیں۔ شاید ان کا یہ عقیدہ کہ صحبت اور بیعت خاص کر بے علم یا کم علم لوگوں کے لئے ہے۔ صاحب علم کو اتنی ضرورت نہیں اور یہ عقیدہ خلاف مسلک علماء ربانیین کے ہے۔ بلکہ صحبت اور بیعت وہ کاملوں کی جو کہ باورع

و با شرع زندہ دل ہیں سخت ضروری ہے جاننا چاہیئے کہ جیسے علماء اہل ظاہر بھی واسطے جان پہچان مکر و فریب نفس شیطان کے اہل باطنوں سے احتیاج رکھتے ہیں کیونکہ بغیر صحبت اہل باطن کے اپنے عیبوں اور نفس شیطان کے فریبوں پر واقفیت رکھنا دشوار ہے۔

ایسے ہی علماء اہل باطن کو شریعت کی باریک باریک مسائل مشکل حل پیش آتے ہیں جن کے حل کرانے کے لئے علماء اہل ظاہر سے احتیاج رکھتے ہیں۔ اس لئے شریعت اور طریقت دونوں آپس میں ضروری ہیں اگرچہ ہر ایک شریعت سے اور طریقت سے اکتساب اور مسلک جُدا جُدا ہے۔ لیکن دونوں کے مقصد قربت الی اللہ اور حاصلیت رضائے الٰہی ہے۔ معلوم ہونا چاہیئے کہ جسطرح حکیموں کے علاج سے امراض جسمانی زائل ہو جاتے ہیں اسی طرح علماء باطن سے بیعت اور اُن کی صحبت اور مجلس سے امراض روحانی زائل ہو جاتے ہیں۔

حکایت ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ دو سال مکمل فضیل بن عیاضؒ کی صحبت میں رہے۔ پھر وہی نعمتیں خداوند تعالیٰ نے عطا فرمائیں کہ کئی سالوں کے علم ظاہری پڑھنے سے نہ ملیں تو اس کے بعد حضرت امام صاحب خود فرماتے تھے کہ **لولا السنتان لھلك النعمان**

یعنی اگر وہ دو سال جس میں حضرت فضیل بن عیاضؒ کی خدمت کو اختیار نہ کرتا تو ہو جاتا یعنی عالم کامل نہ بن سکتا تھا۔

حکایت ہے کہ حضرت سفیان ثوری رحمتہ اللہ علیہ جسے تمام محدثین اور

علمائے کاملین امام الحدیث تسلیم کر چکے ہیں اور ترمذی میں اکثر مسائل امام ثوری کی مذکور ہیں۔ انہوں نے حضرت صوفی ابو ہاشم سے فیض باطن حاصل کیا۔ اور انہوں نے فرمایا کہ "لولا ابو هاشم الصوفی ما عرفت دقائق الریا" یعنی اگر ابو ہاشم صوفی نہ ہوتا تو میں ریا کی باریکیوں کو نہ سمجھ سکتا۔ یہ بھی سفیان ثوریؒ فرماتے تھے کہ میں صوفی گری کو نہجانتا۔ جب تک کہ صوفی ابو ہاشم نہ دیکھتا۔

حکایت ہے کہ سید الشریف علی جرجانی رحمۃ اللہ علیہ جو کہ تصنیفات جلیلیہ ہیں۔ انہوں نے علم تصوف حضرت خواجہ علاؤالدین عطار بخاریؒ جو حضرت شاہ نقشبند خواجہ بہاؤالدین رحمۃ اللہ علیہ کے خاص خلیفہ تھے سے حاصل کیا۔ سید الشریف فرماتے تھے کہ نہیں جانو گے معرفت حق تعالیٰ کی جیسا حق ہے جاننے کا جب تک حضرت عطار بخاریؒ کی خدمت میں حاضر نہ ہو گے۔ مقصد یہ ہے کہ جس قدر نعمتیں اولیاء کرام کی صحبت میں ملتی ہیں وہ تمام عمر کی بے ریا عبادت سے بھی نہیں مل سکتی ہیں۔ (فرد) صحبت صالح اگر یک ساعتست، بہتر از صد سال زہد و طاعتست یعنی صحبت صالح اگر ایک ساعت ہے لیکن سو سال کے زہد طاعت سے بہتر ہے۔

اللهم وفقنا لما تحب وترضى واجعل آخرتنا خير من الاولیٰ آمین

مولوی عبدالوہاب

از سر آب

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

تمام تعریفیں اس اللہ کیلئے ہیں جس نے اپنے فضل وکرم سے دلوں کو ذکر الٰہی کے فیض سے منور کیا۔ اور اولیاء کرام کے درجات کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کی وجہ سے بلند کیا اور مریدوں کو یہ عزت بخشی کہ **یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ** ان کی شان میں فرمایا کہ اللہ عزوجل کا ہاتھ (قدرت) ان مریدین صالحین کے ہاتھوں کے اوپر ہے۔ یعنی اللہ کریم امداد ہر وقت ان کے شامل حال ہوتی ہے۔ اپنے مشائخ کے سلسلہ کو بیان کرتے ہوئے حضرت شیخ سے لیکر اللہ عزوجل تک بے انتہا رحمتوں کے نزول کے بعد۔ بندہ فقیر عبد اللہ درخانی **کَانَ اللّٰہُ لَہٗ** عرض کرتا ہے کہ میں نے اپنے شیخ فیاض العصر حضرت خواجہ محمد عمر جان چشتوی دام فیوضہم کے ارشاد کے مطابق شجرۂ نقشبندیہ کو فارسی اشعار میں منظوم کیا اور حضرت نے بے حد پسند فرمایا میں نے مشائخ نقشبندیہ کے ہر ایک شیخ کے حالات کو بھی بیان کیا۔ تاکہ اس شجرہ کے پڑھنے سے برکات فیوض اور انوار نصیب ہوں۔ اور ہر مشکل کے آسان ہونے کا ذریعہ بنے **شجرۃ نقشبندیۃ مجددیۃ**

اصلھا ثابت وفرعھا فی السماء {ترجمہ۔ اس کی جڑ مضبوط اور اس کی شاخیں آسمان میں}

الٰہی سہل کن ایں راز و مطلب **بقرب** **بزرگان مقرب**

ترجمہ:۔ اے میرے اللہ اس راز اور مقصد کو ان بزرگوں کے طفیل جو تیرے

متوجب ہیں آسان فرما دے۔

بحق مصطفےؐ کانِ انوار   بصدیق ز اسرارش خبردار

حضرت محمد مصطفےؐ کے طفیل جو کہ معدنِ انوار ہیں اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے طفیل جو کہ اس کے رازوں سے خبردار ہیں۔

۱:۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ۹ یا ۱۲ ربیع الاول کو عام الفیل میں ہوئی۔ اور دوشنبہ (پیر) کا دن اور صبح صادق کا وقت تھا۔ کہ آپؐ پہلوئے آمنہ سے ہویدا ہوئے۔ اور دوشنبہ (پیر) کے دن چاشت کے وقت ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ ہجری کو مدینہ منورہ میں وصال ہوا۔ اور حضرت عائشہ صدیقہؓ کے حجرہ پاک میں مدفون ہوئے۔ آپؐ کی عمر ۶۳ برس تھی۔ اور رب العٰلمین نے آپؐ کو علم اولین وآخرین فرمایا تھا۔ تقریباً تین ہزار معجزات آپؐ سے ظہور میں آئے۔ سلسلہ نبوت آپؐ پر ختم کیا گیا۔ آپؐ کا ارشاد پاک ہے کہ میں اور قیام قیامت ایسے ایک دوسرے کے نزدیک ہیں جسطرح کہ شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی ایک دوسرے کے ساتھ ملے ہوئے ہیں آپؐ کی شان یہ ہے کہ اللہ عزوجل کے بعد تمام مخلوقات میں آپؐ کا درجہ سب سے بڑا اور افضل ہے اور آپؐ کو اللہ تعالیٰ نے **سبحان الذی اسریٰ بعبدہٖ** فرما کر عبودیت کاملہ کا درجہ عطا فرمایا۔

۲:۔ حضرت عبداللہ) ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ عام الفیل کے بعد جمعرات کے دن ۱۵ ربیع الاول کو پیدا ہوئے اور منگل کے دن ۲۲ جمادی الآخر ۱۳ھ ہجری کو آپ کا انتقال ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک

کے ساتھ دفن کئے گئے۔ آپ کی عمر ۶۳ سال تھی۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دو سال تین مہینے امور خلافت کو سر انجام دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکرؓ نے تم پر نماز اور روزہ کی کثرت سے فضیلت حاصل نہیں کی بلکہ اس چیز کی وجہ سے فضیلت حاصل کی جو اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں ڈال دی۔ اور آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جو فیض میرے سینے میں ڈالی ہے وہ میں نے ابوبکرؓ کے سینے میں ڈال دی۔ اس لئے ابوبکرؓ انبیاء علیہم السلام کے بعد تمام انسانوں سے افضل ہیں۔

خواجہ اخضرؒ نے فرمایا کہ مسجد نبوی کی بہت سی کھڑکیاں تھیں۔ حضورؐ نے اپنے مرض الوفات میں فرمایا کہ تمام کھڑکیاں بند کر دی جائیں لیکن جو کھڑکی ابوبکرؓ کے دولت خانہ کی طرف ہے وہ کھلی چھوڑ دی جائے۔ آپ کا ارشاد ہے کہ **الیوم تسد کل فرجۃ الا فرجہ ابی بکر** ۔یعنی آج ابوبکرؓ کی کھڑکی کے علاوہ باقی سب کھڑکیاں بند کر دی جائیں۔ ارباب تحقیق نے فرمایا کہ یہ کمال نسبت کی علامت ہے جو ابوبکرؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھی۔

۳۰ بہ سلمان فارسی باہم عالی ۔۔۔۔ ۳۰ بقاسم عالم علم معالی

سلمان فارسیؓ کے طفیل جو عالی ہمت ہیں۔ ۔۔۔۔ اور قاسمؒ کے طفیل جو بڑے علوم کے عالم ہیں۔

۱۰ رجب ۳۵ھ کو انتقال کر گئے ہیں اور آپ کی قبر مدائن میں ہے۔ حضرت سلمان فارسیؓ کی فضیلت میں بہت سی حدیثیں وارد ہوئی ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سلمان میری اہل بیت سے ہیں۔

ان کا باپ گبر تھا یعنی مجوسی تھا حضرت سلمانؓ پہلے مجوسیت سے نکل کر دین موسوی میں آ گئے پھر ایک راہب کے ذریعے دین عیسوی کو اختیار کیا جب وہ راہب قریب الموت ہوا تو اس نے سلمان فارسیؓ کو خوشخبری سنائی کہ عنقریب مدینہ منورہ میں ایک نبی مبعوث ہو گا۔ تم ان کے دین کو اختیار کرو چنانچہ سلمانؓ مدینہ منورہ میں آئے اور اسلام قبول کر لیا۔ خزینۃ الشواہد میں ہے کہ سعید بن مسیبؒ نے عبداللہ بن سلامؓ سے روایت کیا ہے کہ ایک دن سلمانؓ نے مجھ سے کہا کہ ہم دونوں میں سے جو کوئی پہلے مر جائے وہ دوسرے کو خواب میں اپنا حال بتا دے کہ اس کے ساتھ کیا معاملہ ہوا میں نے کہا کہ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ مرنے کے بعد کوئی کسی کے خواب میں آئے۔ فرمایا ہاں یہ ہو سکتا ہے۔ پھر کچھ مدت کے بعد سلمانؓ کا انتقال ہو گیا۔ ایک دن دوپہر کے وقت قیلولہ کر رہا تھا کہ وہ میرے پاس آئے سلام کیا میں نے جواب دیا پھر میں نے دریافت کیا کہ اے ابو عبداللہ! اللہ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا۔ جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر بڑی مہربانی کی اور رحم فرمایا۔

۴: حضرت امام قاسم بن محمد بن صدیق اکبر رضی اللہ علیہم کی ولادت ۲۷ھ میں ہوئی اور ۲۴ جمادی الاول ۱۰۷ھ کو وفات ہوئی آپ کی عمر مبارک ستر سال تھی۔ اور مزار مبارک مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان واقع ہے یہ بڑے تابعی ہیں مدینہ منورہ میں آپ سے بڑھ کر کوئی عالم اور صاحب فضیلت آپ کے زمانہ میں کوئی اور نہ تھا۔

۵: جعفر صادق ہجوِ اغیار ۶: سلطان بایزید نفس رخوار

۵ ؛ حضرت امام جعفر صادقؓ کے طفیل جو غیروں کو چھوڑے ہوئے ہیں

۶ ؛ اور سلطان بایزیدؒ کے طفیل جنہوں نے اپنے نفس کو ذلیل کیا۔

۵ ؛ حضرت امام جعفر صادق کی ولادت مدینہ منورہ میں ۸۳ھ کو ہوئی۔ دوشنبہ کا دن تھا اور ربیع الاول کی سترہ تاریخ تھی اور انتقال ۱۵ رجب ۱۴۸ھ کو دوشنبہ کے دن ہوا مزار مبارک جنۃ البقیع میں ہے۔ آپ کی عمر مبارک ۶۸ سال تھی۔ خرقہ خلافت انہوں نے اپنے نانا صاحب سے حاصل کیا۔ عام لوگوں کی صحبت سے بہت دور رہتے تھے۔ امام اعظم ابو حنیفہؒ نے ان کا زمانہ پایا اور ان سے فیض حاصل کیا۔ ان کی کرامات میں سے بیان کیا گیا ہے۔ کہ ایک دن سفر حج پر جاتے ہوئے راستہ میں کھجور کے خشک درخت سے کہا کہ میرے لئے کھانے کا کچھ انتظام کرو وہ درخت اللہ کی قدرت سے سبز ہوا اور کھجور کے توشے اس کو لگ گئے اور حضرت امام کے کام میں آئے جو بہت لذیذ اور شیریں تھے۔ ایک روز حضرت ابراہیم علیہ السلام کے معجزہ کو بیان فرمایا جس میں پرندوں کا زندہ ہونا واقع ہوا۔ فرمایا اے مور، اے کوے، اے باز، اے کبوتر یہ چاروں پرندے ایک دم حاضر ہوئے۔ چاروں کو ذبح کیا۔ اور ایک دوسرے میں ریزہ ریزہ کر کے ملا دیا ان کے سروں کو اپنے پاس رکھا۔ پھر ہر ایک کے ذرات اکٹھے ہو گئے اور اپنے سروں سے مل کر اللہ کی قدرت سے زندہ ہو گئے۔

۶ ؛ حضرت سلطان العارفین طیفور بن عیسیٰ بایزید بسطامیؒ ۲۳۴ھ

میں پیدا ہوئے اور جمعہ کے دن ۱۵ شعبان ۲۶۱ھ کو انتقال ہوا آپ کا
مزار مبارک بسطام میں ہے عمر مبارک ۱۲۵ سال تھی ۔ آپ کا دادا مجوسی تھا
بعد میں مسلمان ہوا ۔ بہت سے پیروں کی انہوں نے خدمت کی اور یہ حضرت
امام جعفر صادقؓ کے ہیں یعنی اُن کی تربیت روحانی طور پر امام جعفر صادقؓ
کی وفات کے بعد ہوئی ۔ ایک حکایت بیان کی جاتی ہے کہ شیخ ابوتراب کے
ایک صاحب وجد مرید تھے ۔ ایک دن ابوتراب نے ان سے کہا کہ کیا تم
بایزید بسطامیؒ کو دیکھنا چاہتے ہو ۔ اس نے جواب دیا کہ جو ہر وقت بایزید کے
خدا کو دیکھتا ہے ۔ اُسے بایزید کو دیکھنے کی کیا ضرورت ہے ۔ انہوں نے
کہا کہ جب تم اکیلے خدا کو دیکھو گے تو اپنی طاقت کے مطابق دیکھو گے اور
جب ان کی خدمت میں حاضر ہو کر دیکھو گے تو ان کی نگاہ سے دیکھو گے اس
ہر ایک کا دیکھنا برابر نہیں یہ کہکر دونوں بایزیدؒ کے مکان پر حاضر ہوئے ۔
بایزیدؒ پانی لانے باہر گئے تھے ۔ یہ دونوں اُن کے پیچھے چلے گئے راستہ میں
دیکھا کہ شیخ بایزیدؒ پانی کا لوٹا لئے ہوئے اور ایک پرانی پوستین پہنے ہوئے
آرہے ہیں ۔ جب بایزیدؒ کی نظر ان پر پڑی تو ابوتراب کے مرید اسی وقت
زمین پر گر پڑے اور اُن کی روح پرواز کر گئی ۔ شیخ ابوتراب نے عرض کیا کہ
یہ کیا بات ہے ایک ہی نظر میں موت آگئی انہوں نے فرمایا کہ اس جوان کے
باطن میں ایک نور تھا ۔ ابھی اس کے ظہور کا وقت نہیں آیا تھا ۔ بایزیدؒ کے
دیکھنے سے دفعتہً اس نور کا ظہور ہوا جس کو وہ برداشت نہ کر سکا اور وہ موت
کی آغوش میں چلا گیا ۔

۷: بشیخ بوالحسن خرقانی پیر ۸: بقطب بوعلی بافیض کبیر

شیخ بوالحسن کے طفیل جو خرقان کے پیر ہیں۔ اور قطب بوعلی کے طفیل جن کے فیوض عام اور مفید ہیں۔

۷:۔ سلطان المشائخ حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی علیہ رحمتہ۔

۱۰ محرم الحرام ۴۲۵ھ کو منگل کی شب اس دارِفانی سے کوچ کر گئے۔ آپ کا مزار مبارک خرقان میں ہے جو قزوین کے نزدیک ہے۔ انہوں نے طریقت میں شیخ بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ سے فیض حاصل کیا۔ روایت ہے کہ شیخ خرقانیؒ شروع سے بارہ سال تک نماز عشاء کے بعد ہر رات شیخ بایزیدؒ کے مزار پر جاتے اور وہاں کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتے اور پھر فجر کی نماز اسی عشاء کے وضو سے ادا فرماتے اور وہاں سے واپس ہوتے وقت بایزیدؒ کے مزار کی طرف پشت نہ کرتے۔ بارہ سال پورے ہونے کے بعد بایزیدؒ کی روحانی تربیت سے ایک آواز سنتے ہیں کہ اے ابوالحسن! اب وہ وقت آگیا ہے کہ تم ایک جگہ بیٹھ جاؤ اور مخلوق خدا کی رہنمائی کرو۔ آپ نے عرض کی کہ میں تو اُمّی ہوں یعنی ان پڑھ۔ پھر آواز آئی کہ تم نے جو کچھ اللہ تعالیٰ سے مانگا تھا وہ تمہیں مل گیا۔ ذرا سورۂ فاتحہ تو شروع کرو۔ چنانچہ انہوں نے سورۂ فاتحہ شروع کی۔ اور جب خرقان پہنچے تو قرآن پاک ختم کر لیا تھا اور علوم ظاہری اور باطنی کے دروازوں کو اپنے اوپر کشادہ پایا۔ جو کوئی حضرت شیخ کے مزار کے پتھر پر ہاتھ رکھیگا۔ اور اپنی حاجت اللہ تعالیٰ سے طلب کرے گا تو اس کی حاجت پوری ہوگی۔ جب ان کی وفات کا وقت آیا تو

وصیت کی کہ میری قبر کو تیار کریں اس لئے کہ بسطام کی زمین خرقان کی زمین سے نیچے ہے۔ اور یہ ادب کے خلاف ہے کہ میرا جسم قبر میں بایزید کے جسم کے اوپر نہ ہو۔ محمود غزنوی کے پاس حضرت شیخ کی قمیض موجود تھی۔ وہ اللہ سے یوں دعا مانگتے تھے۔ کہ اے اللہ اپنے دوست کی اس قمیض کے طفیل کامیابی نصیب فرما۔ چنانچہ ان کی دعا قبول ہوئی اور کامیابی نصیب ہو جاتی شیخ کبھی کبھی بیداری میں بھی خدا سے ہم کلام ہوتے تھے اور کبھی کبھی شیر کی پشت پر جنگل سے لکڑیاں لاد کر لاتے تھے

۸:- حضرت شیخ ابوالقاسم گرگانی سنہ ۴۵۰ھ کو وفات پائی۔ عارف ربانی شہباز طریقت و حقیقت حضرت شیخ ابوالقاسم گرگانی سلسلہ نقشبندیہ کے اکابرین میں سے ہیں اپنے عہد کے ممتاز اہل علم صاحب زہد و ورع اور سر حلقہ ارباب ذوق تھے خواجہ ابوالحسن خرقانی کے ہم عصر تھے۔ اور شیخ عثمان مغربیؒ سے بیعت تھا صاحب مراۃ الاسرار لکھتے ہیں۔ کہ آپ کا روحانی تربیت حضرت ابوالحسن خرقانیؒ سے ہوئی تھی۔ مگر سفینۃ الاصفیاء میں ہر دو بزرگوں کا سن وفات ایک ہی درج ہے۔ جس سے دونوں بزرگ ہمعصر معلوم ہوتے ہیں۔

۹:- شیخ ابوعلی فیصل فارمدیؒ، فارمد نامی گاؤں میں پیدا ہوئے جو طوس کے مضافات میں ہے۔ ان کی ولادت سنہ ۴۳۴ھ میں ہوئی۔ اور ان کی وفات ۴ ربیع الاول سنہ ۴۷۷ھ میں ہوئی ان کی عمر مبارک ۴۳ سال تھی اور مزار مبارک طوس میں ہے۔ انہوں نے طریقت شیخ ابوالحسن خرقانیؒ سے فیض حاصل

کیا اور شیخ ابوالقاسم گرگانی طوسی خلیفہ ابو عثمان مغربیؒ سے بھی، اور بہت سے شیوخ سے وابستہ رہے اور سب کے بعد پھر شیخ ابوالحسن خرقانی سے تعلق قائم کیا۔ اور جو کچھ اللہ نے اُن کے حصہ میں رکھا تھا وہ فیض پایا جس کا کوئی اندازہ نہیں۔ یہ خراسان کے شیخ الشیوخ تھے اور اپنے زمانہ میں اپنی نظیر نہ رکھتے تھے۔

۱۰:۔ بشیخ یوسف ہمدانی واصل ۱۱:۔ بعبدالخالق فیاض کامل

شیخ یوسف ہمدانی کے طفیل جو واصل باللہ ہیں۔ اور عبدالخالقؒ کے طفیل جو فیض پہنچانے والے اور کامل ہیں۔

۱۰:۔ خواجہ یوسف ہمدانیؒ ۴۴۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۲ رجب ۵۳۵ھ کو ان کا انتقال ہوا۔ ان کی عمر مبارک ۹۵ برس تھی۔ اور ان کا مزار مرو میں ہے۔ بہت سے بزرگوں سے انہوں نے استفادہ کیا اور خرقۂ تبرک شیخ حسن سمنانی سے حاصل کیا۔ اور جب بغداد شریف لے گئے تو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ غوث الاعظم کی مجلس سے مستفید ہوئے پھر شیخ ابو علی کے ذریعہ طریقت میں کمال کو پہنچے اور بڑے اولیاء اللہ سے ہوئے جو صاحب حال اور صاحب قال تھے۔ شیخ نجیب الدین شیرازیؒ نے فرمایا کہ ایک وقت مجھے چند ورق کسی کتاب کے مل گئے میں اس تلاش میں تھا کہ یہ کسی کی تصنیف ہے چنانچہ ایک رات کو خواب میں دیکھتا ہوں کہ ایک بوڑھا آدمی جس کی نہایت نورانی صورت ہے اور سبز کپڑے پہنے ہوئے ہیں۔ جس پر آیۃ الکرسی لکھی ہوئی ہے۔ اور وہ پیر مرد مجھے کہتے ہیں کہ مجھے جانتے ہو میں کون ہوں۔ میں نے عرض کیا نہیں۔ انہوں نے

فرمایا کہ میں اُن ورقوں کا مصنف ہوں جسکی تمہیں تلاش تھی اور میرا نام یوسف ہمدانی ہے۔ اور جو ورق آپ کو ملے ہیں وہ میری کتاب کے ہیں اس کے علاوہ بھی میری تصنیفات ہیں جیسے: منازل السالکین اور منازل السائرین وغیرہ

۱۱: حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ ۱۲ ربیع الاول ۵۷۵ھ اِس دارِ فانی سے رحلت کر گئے ان کا مزار شہر غجدوان میں ہے۔ جو بخارا سے تین میل کے فاصلے پر ہے۔ انہی سے سلسلہ خواجگان نقشبندیہ عالیہ کی ابتداء ہوئی ہے۔ خواجہ خضر علیہ السلام نے ان کو جوانی میں اپنا بیٹا بنا لیا تھا اور ذکر قلبی اور وقوف عددی کے نفی و اثبات ہی ان کو سکھائے۔ اور شیخ یوسف ہمدانی کے سپرد کیا روزانہ نماز خانہ کعبہ میں ادا کرتے تھے اور پھر واپس تشریف لاتے تھے یہ کلمات ان کے ہیں۔ ہوش در دم، نظر بر قدم سفر در وطن، خلوت در انجمن، یاد کرد، بازگشت، نگہداشت، یاد داشت، وقوف عددی، وقوف زمانی، وقوف قلبی۔ ہوش در دم۔ اس کو کہتے ہیں۔ کہ جو سانس بھی کوئی لے اللہ تعالیٰ سے غافل نہ ہو۔ نظر بر قدم اسکو کہتے ہیں کہ اس کی نظر غیر پر نہ ہو۔ سفر در وطن کا مطلب یہ ہے کہ انسانی صفات سے ملکوتی صفات کی طرف سفر کیا جائے۔ خلوت در انجمن کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنے اندرونی صفات سے پوری طرح واقفیت حاصل کرے اور بیرونی صفات سے بیگانہ رہے۔ یعنی ذکر کا پورا اثر قلب پر ہو۔ یاد کرد۔ نفی و اثبات کا ذکر کرنا ہے۔ نفی میں وجود

بشریت سے نگاہ ہٹانا اور اثبات ہیں۔ تصرفات اور جذبات الٰہیہ کا مطالعہ کرنا ہے۔ بازگشت۔ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا۔ یہ کہتے ہوئے کہ اے اللہ تعالیٰ تو ہی میرا مقصد ہے اور میں تیری رضا چاہتا ہوں۔ ہر دفعہ کلمہ طیبہ کے بعد یہ تصور کرے، نگاہ داشت۔ کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کو ہر وقت ہر قسم کے اغیار کے خطرات سے اس کی حفاظت کی جائے۔ اور یادداشت کا مطلب یہ ہے کہ ہر وقت اپنے ذوق کے مطابق اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مصروف رہے۔ وقوف زمانی! اسے کہتے ہیں کہ انسان ہر وقت اس کی واقفیت حاصل کرے اس کی حالت موجب شکر ہے یا موجب عذر ہے۔ وقوفِ عددی! اسے کہتے ہیں کہ اپنی سانس کو طاق عدد پر مکمل کرے اور وقوف قلبی کا مطلب یہ ہے کہ شیخ کا تصور کرتے ہوئے دل کی طرف متوجہ ہو اور دل کو ذاتِ الٰہی کی طرف متوجہ کرے اور اسم ذات (اللہ) کا دل ہے۔ ذکر جاری رکھے۔ اور دل کو ذکر میں مشغول کرے تاکہ حرکت ذکروں سے شروع ہو اور اس لطیفہ سے ظاہر و باطن سب منور ہو۔

۱۲۔ بمہر ریوگر آں خواجہ عارف: ۱۳: بہ محمود کہ دی والا معارف

خواجہ محمد عارف ریوگری کے طفیل۔

اور خواجہ محمود کے طفیل کہ وہ بہت سی خوبیوں والے ہیں۔

۱۲: خواجہ محمد عارف ریوگری ماہ شوال کے ابتدائی ایام ۱۵ھ ہجری

میں اس دارِ فانی سے رحلت کر گئے۔ ان کا مزار مبارک ریوگر میں ہے جو بخارا سے اٹھارہ ۱۸ میل کے فاصلے پر ہے ان کی جائے پیدائش ریوگر ہے یہ ترک کے بڑے اولیاء میں سے تھے حلم و علم اور زہد و تقویٰ میں اور ریاضت و عبادت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت کی متابعت کرتے تھے۔ خواجہ جہان کے وصال کے بعد سجادہ نشین ہوئے اور بہت لمبی عمر پائی۔

۱۳۔ حضرت خواجہ محمود فغنوی رحمۃ اللہ علیہ ۱۷ ربیع الاول ۷۱۵ھ کو رحلت کر گئے اور ان کا مزار قصبہ وابکنی میں ہے۔ ان کی سکونت بھی اسی قصبہ میں تھی اور ان کی پیدائش انجیر فغنی ہے یہ دونوں بستیاں بخارا میں ہیں۔ جو بخارا سے ۹ میل دور ہیں۔ حلال کسب معاش کرتے تھے اور بزرگ اولیاء اللہ میں سے تھے۔

۱۴۔ بہ غوث رامیتنی عزیزاں ۱۵۔ بہ آں بابا سماسی شاہ ایقان

خواجہ عزیزان علی رامیتنی کے طفیل۔ خواجہ محمد بابا سماسی کے طفیل جو یقین میں کامل تھے

۱۴۔ خواجہ عزیزان رامیتنی بخارا کے ایک گاؤں رامیتن میں پیدا ہوئے جو بخارا سے چھ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ ان کا انتقال پیر کے دن ذیقعدہ ۷۲۱ھ ہجری کو ہوا۔ ان کا مزار خوارزم میں ہے ان کی عمر ۱۳۰ برس تھی۔ حضرت خضر کے حکم سے خواجہ محمود کے مرید ہو گئے۔ حلال روزی حاصل کرنے کے لئے انہوں نے کسب بافندگی شروع کی رامیتن سے خوارزم میں تشریف لاتے تھے۔ ان کو بہت درجات عالیہ اور مقامات

رفیعہ نصیب ہوئیں اور ان کی کرامات بہت سی ہیں۔ ایک حکایت بیان کی جاتی ہے کہ ایک دن آپ ذکر میں مشغول تھے۔ اچانک آپ نے ایک سفید پرندے کو اڑتے ہوئے دیکھا جب وہ نزدیک پہنچا تو نہایت فصیح آواز میں کہا اے علی ہمت کرو۔ اس آواز سے اہل محفل بے ہوش ہو گئے۔ اور جب ہوش میں آئے تو خواجہ صاحب سے دریافت کیا انہوں نے فرمایا کہ یہ سفید پرندہ خواجہ محمودؒ کی روح پرفتوح ہے۔ اعلیٰ علیین اللہ تعالیٰ کے حکم سے خواجہ دہقان کی وفات کے وقت پہنچی اور پھر اس محبت اور تعلق کی وجہ سے جو مجھ سے ہے۔ اس راستے سے ان کا گذر ہوا ایک اور نقل ہے۔ کہ شیخ سیدانا کا لڑکا کہیں قید ہوا۔ سیدانا کی بے ادبی کی وجہ سے۔ یہ سیدانا کی خدمت میں معذرت پیش کرنے کے لئے حاضر ہوا۔ ان سے مہمانی کی درخواست کی گئی۔ قبول کر لی۔ جب دستر خوان بچھایا گیا اور کھانا وغیرہ حاضر کیا گیا۔ تو علی نے نہ تو نمک چکھا اور نہ کھانے کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ بلکہ فرمایا کہ جب تک سیدانا کا لڑکا حاضر نہ ہو تو میں کچھ نہیں کھاؤں گا۔ اس حالت میں اچانک سیدانا کا لڑکا حاضر ہو گیا۔ سب لوگ مجلس میں بڑے بڑے علماء بھی موجود تھے۔ حیران رہ گئے اس لڑکے سے آنے کی کیفیت دریافت کی تو اس نے بتایا کہ میں ابھی ابھی چند ترکوں کے ہاتھ قیدی بنا ہوا تھا۔ وہ مجھے اپنے ملک کی طرف لے جا رہے تھے۔ اب میں دیکھتا ہوں کہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوں۔ ایک اور نقل ہے کہ ایک دن مہمانوں کے کھانے کے لئے

بہت فکر مند تھے. مخلص معتقدین میں سے ایک صاحب پلاؤ لے آیا اس حالت سے بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ جو کچھ مجھ سے طلب کرنا چاہو، کرلو اس نے عرض کیا کہ میں ظاہر و باطن میں آپ جیسا ہونا چاہتا ہوں. آپ نے فرمایا کہ تم میں اس کی طاقت نہ ہوگی۔ اس نے کہا کہ اس کے علاوہ اور مجھے کوئی آرزو ہی نہیں۔ اس کے بعد اسکو تنہائی میں لے گئے۔ اور اس کے حال پر متوجہ ہوئے اس کی شکل بعینہ شیخ کی شکل کی طرح ہوگئی لیکن مستانہ ہوگیا اور چالیس دن کے بعد اس دنیا سے چل بسا۔

خواجہ محمد بابا سماسی رحمتہ اللہ علیہ ۱۰ جمادی الاول ۵۵ء ہجری کو اس دار فانی سے کوچ کر گئے. آپ کا مزار شہر سماس میں واقع ہے جو میتن کے مضافات میں بخارا سے تین کوس کے فاصلے پر ہے. آنجناب اللہ کی قدرت سے مستقبل کے حالات کو ظاہر کرنے میں اور نا فرمانی کرنیوالے دلوں کو اپنی طرف مائل کرنے میں زیادہ حصہ رکھتے تھے. خواجہ صاحب خواجہ بہاؤالدینؒ کی ولادت سے پہلے ہی کئی بار ہندوؤں کے محل سے گذرتے تھے اور فرماتے تھے۔ کہ اس مٹی سے کسی مرد کی بو آتی ہے عنقریب یہ ہندوؤں کا محل عارفوں کا محل ہو جائے گا۔ یہاں تک کہ جس وقت وہاں پہنچے تو فرمایا کہ وہ خوشبو زیادہ ہوگئی. یقیناً وہ مرد پیدا ہوگیا ہے. اس محل میں اس کی پیدائش کو تین روز گذرے تھے۔ کہ ان کے دادا، ان کو خواجہ بابا سماسی کی خدمت میں لائے

تو فرمایا کہ یہ ہمارا بیٹا ہے۔ اور فرمایا کہ یہ وہی مرد ہے جسکی خوشبو ہم نے سونگھی تھی یہ عنقریب زمانے کا مقتدا ہو جائے گا۔ اس کے بعد امیر کلال کو فرمایا میرے بیٹے بہاؤالدین کے بارے میں کوتاہی نہ کرنا۔ اس نے عرض کی اگر میں کوتاہی کروں تو پھر مرد نہیں۔

بفیاض کلال شہ امیران | بہ آں مشکل کشائی نقشبندان

خواجہ سید امیر کلالؒ کے طفیل جو امیروں کا بادشاہ ہے۔

اور بہ طفیل شاہ نقشبندیں سید بہاؤالدین مشکل کشائے۔

خواجہ سید امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ سوخار میں پیدا ہوئے۔ جو رامیتن کے مضافات میں ہے۔ اور ان کا وصال جمعرات کے دن ۸، جمادی الاول کو صبح کی نماز کے وقت ہوا۔ ان کا مزار سوخار گہر بار میں ہے۔ علم شریعت و طریقت اور حقیقت و معرفت میں اپنے زمانہ کے اولیاؤں سے سبقت لے گئے تھے اور کلالی کے پیشہ کو اختیار کئے ہوئے تھے اور ان کے خلفاء چار سو چودہ، صاحب رشد و ہدایت تھے ان کو سید ہونے کا شرف بھی حاصل تھا۔ خواجہؒ کی والدہ ماجدہ فرمایا کرتی تھیں۔ کہ جب تک امیر کلالؒ میرے شکم میں تھے اگر کبھی مشتبہ لقمہ میرے پیٹ میں پہنچتا تو فوراً درد شکم میں مبتلا ہو جاتی۔ اور جب تک اس مشتبہ چیز کو قے کر باہر نہ اُگلتی تو درد سے آرام نہ ہوتا تھا۔ جب کئی بار اس قسم کا واقعہ ہوا تو میں نے خیال کیا کہ اس بچے کی کرامت ہے پھر میں کھانے پینے کی چیزوں میں احتیاط کیا کرتی تھی۔

خواجہ خواجگان شاہ نقشبندان سید محمد بہاؤالدین بخاریؒ ماہ محرم ۷۱۸ھ میں پیدا ہوئے قصر عارفان میں جو بخارا سے ایک فرلانگ کے فاصلہ پر ہے اور ان کا وصال دوشنبہ کی رات کو مورخہ ۳ ربیع الاول ہوا قصر عارفان میں اُن کا روضہ مبارک ہے ان کی عمر ۷۳ سال تھی ان کا سلسلۂ نسب امام جعفر صادقؓ سے ملتا ہے۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے بڑا درجہ نصیب کیا تھا مقتدائے شریعت اور پیشوائے اہل سنت والجماعت تھے۔ اور ان کی کرامات بچپن سے ظہور میں آئی تھیں۔ جب اُن کی عمر چار سال کی تھی۔ انہوں نے گائے کو دیکھا جو بچہ دینے والی تھی۔ انہوں نے اس گائے کو دیکھکر فرمایا کہ اس گائے کا بچہ سفید پیشانی والا ہوگا۔ چنانچہ وہ بچہ جب پیدا ہوا تو ویسا ہی تھا جیسا خواجہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا تھا۔

خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمتہ اللہ علیہ سے انہوں نے فیض حاصل کیا۔ اور انہوں نے ان کو اپنی ٹوپی عنایت کی تھی۔ اس خاندان میں خواجہ بہاؤالدینؒ سے پہلے ذکر جہری اور خفی دونوں ہوتے تھے مگر خواجہ صاحبؒ کو غیب سے حکم ہوا ذکر خفی پر مامور کئے گئے اور ذکر جہری سے پوری طرح اجتناب کیا۔

امیر کلالؒ کی اجازت سے ان کے خلیفہ مولانا عارفؒ کے پاس گئے اور سات سال ان کی خدمت میں رہ کر فیوض حاصل کئے مولانا کا اس قدر احترام کرتے تھے اگر ندی کے کنارے پر وضو کرنے کا اتفاق ہوتا تو مولانا سے اوپر کی جانب نہ بیٹھتے اور اگر راستہ پر چلنے کا اتفاق

تو مولانا کے نشان قدم پر اپنا قدم نہ رکھتے تھے.

بعطار علاؤ الدین رہبر　　　　بیعقوب ولی فیض گستر

علاؤ الدین عطار کے طفیل جو رہبر کامل ہیں.
اور خواجہ یعقوب چرخیؒ کے طفیل جو فیض پہنچانیوالے ہیں.

خواجہ علاؤ الدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ بدھ کی رات ۲۰ رجب ۸۰۲ھ ہجری کو اس دار فانی سے رحلت کر گئے. ان کا مزار قصبہ چغانیا میں واقع ہے جو ماوراء النہر کے شہروں میں سے ہے. حضرت شاہ نقشبند کے بڑے خلفاء میں سے تھے. اور ان کے داماد بھی تھے. خواجہؒ بہاؤ الدینؒ کی وفات کے بعد ان کے تمام رفقاء نے خواجہ علاؤ الدین سے بیعت کی. ایک حکایت بیان کی گئی ہے کہ علمائے بخارا کی ایک جماعت دیدار الٰہی سے انکار کرتی تھی. گویا انہوں نے معتزلہ مسلک اختیار کیا تھا. ان کو خواجہ محمد علاؤ الدینؒ نے حکم دیا کہ تین دن تک باوضو میرے مریدوں کے حلقہ میں میرے نزدیک بیٹھیں، چنانچہ ان علماء نے ایسا کیا تیسرے دن اُن پر یہ کیفیت طاری ہوئی اور اس قدر انوار منکشف ہوئے کہ وہ بے ہوش ہو کر پکار اُٹھے کہ لقاء الٰہی اور دیدار خداوند برحق ہے. اس کے بعد وہ علماء حضرت خواجہؒ کے مُرید بن گئے فرماتے ہیں کہ خواجہ بزرگ ایک دفعہ کھڑے تھے. انہوں نے اپنے قدم کو میرے قدم کے اوپر رکھا. مجھ پر ایسی عجیب کیفیت طاری ہو گئی کہ تمام موجودات کو اپنے میں مشاہدہ کرنے لگا پھر فرمایا کہ دل

کی وسعت بیان نہیں کی جاسکتی

حدیث قدسی میں ہے کہ میری گنجائش نہ زمین میں ہے اور نہ آسمان میں بلکہ میری گنجائش مومن کے دل میں ہے۔ مولانا روم نے فرمایا ہے کہ در دل مؤمن ای عجیب۔ گر مراجوئی دان ولہاطلب حضرت فرماتے تھے کہ بزرگوں کے مزارات پر جاکر زیارت کرنیوالوں کو اس مقدار میں فیض حاصل ہوتا ہے. جس مقدار میں وہ اس بزرگ کو دنیا میں جانتا تھا. اگرچہ اس صورت میں صورتاً قرب حاصل نہیں ہوتا. مگر ارواح مقدسہ پر توجہ کے لئے صورتاً بعید ہونا مانع نہیں اس وجہ سے اصل مقصد حق تعالیٰ کی طرف توجہ کرنا ہے۔ اور اس بزرگ کیطرف توجہ کرنے کو اصل مقصد کے حصول کیلئے ذریعہ بنایا جاتا ہے. نیز آپ نے یہ بھی فرمایا کہ نفی واثبات کا مراقبہ کرنا جذب کے لئے بہت اعلیٰ اور مفید ہے، ملک ملکوت میں تصرف کرنے کے مراقبہ سے بزرگوں کا یہی معمول رہا ہے کہ انہوں نے نفی واثبات کے مراقبہ کو اختیار کیا. سید شریف جرجانی رحمۃ اللہ علیہ نے خواجہ علاؤالدین سے بیعت کی اور فیوض حاصل کئے.

خواجہ یعقوب چرخیؒ ۵ صفر المظفر ۸۸۱ہجری میں انتقال کر گئے. ان کی زیارت قصبہ بلغور میں ہے. اصل میں چرخند، غزنی میں ایک گاؤں کا نام ہے. یہ وہاں کے رہنے والے تھے. علوم ظاہری اور علوم باطنی پر پورا عبور حاصل تھا. علوم ظاہر تمام کرنے کے بعد حضرت شاہ

نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بیعت ہونے کے ارادہ سے روانہ ہوئے ایک مجذوب نے راستہ میں دیکھا تو ان سے کہا کہ اے یعقوب جلدی جلدی قدم اُٹھا کر جاؤ کہ وہ وقت نزدیک آگیا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے مقبول اور بزرگ بندوں میں سے ہو جاؤ۔ جب وہ بخارا پہنچ گئے اور قرآن پاک سے فال نکالنے لگے تو یہ آیت پہلی سطر پر نظر آئی۔

اولئک الذین ھدی اللہ فبھدٰھم اقتدہ

ترجمہ: "یہی لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی ہے پس انکی ہدایت پر چلو" اس غیبی اشارہ سے بہت خوش ہوئے خواجہ بزرگ نے استخارہ کرنے کے بعد ان کو مرید بنا لیا۔ اور پھر ان کو اذکار اشغال میں مصروف رکھا اور کچھ مدت کے بعد ان کو اجازت دیکر رخصت کیا۔ اور فرمایا کہ جو کچھ مجھ سے تم کو پہنچا ہے وہ اللہ کے بندوں کو پہنچاؤ۔

بہ احرار عبید اللہ بزرگ   بہ آنخواجہ محمد زاہد پیر

اور حضرت خواجہ عبید اللہ احرار کے طفیل۔ اور خواجہ محمد زاہد کے ذریعہ سے۔

خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ رمضان المبارک کے مہینہ میں ۸۰۶ ہجری کو پیدا ہوئے باغستان کی بستی میں جو تاشقند کے قرب و جوار میں واقع ہے۔ ان کا وصال ہفتہ کی رات کو ۲۹ ربیع الاول ۸۹۵ھ میں ہوا۔ شہر سمرقند میں ان کا مزار ہے۔ عمر مبارک ۸۹ سال تھی۔ انہوں نے چالیس دن تک اپنی والدہ کا دودھ نہیں پیا اس لئے کہ وہ حالت

نفا اس میں تھی۔ بچپن سے ان کا دل ذکر الہٰی میں تھا۔ آپ تحصیل علم کے بعد اکثر اوقات اولیاء کرام کی صحبت میں رہتے اس کے بعد حضرت خواجہ یعقوب چرخیؒ سے بیعت کرنے کے لئے شہر بلغتور روانہ ہوا تو راستے میں جب اطراف چغانیا میں جا پہنچا تو چند لوگ حضرت خواجہ محمد یعقوبؒ کی بہت غیبت کرتے تھے۔ اس واقعہ سے میرے عقیدہ میں کچھ کمی آگئی آخر کار جب میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو پہلے دن التفات فرمایا۔ دوسرے دن بہت غصہ ہوئے۔ ان غیبتوں کے سننے کی وجہ سے پھر ملاطفت فرما کر ہاتھ آگے کیا۔ فرمایا کہ آؤ بیعت کرو میری طبیعت نے اُن کے ہاتھ مبارک پکڑنے کیلئے خواہش نہ کی۔ کیونکہ ان کی پیشانی مبارک پر ایک سفیدی معلوم ہوتی تھی۔ جسکی مشابہت مرض سے تھی۔ اس وجہ سے طبیعت میں نفرت پیدا ہوتی تھی۔ انہوں نے میری کراہت کو سمجھ لیا۔ اور اپنے ہاتھ مبارک کو واپس کیا۔ خلع اور لباس کی طرح کسی اور صورت میں نمودار ہوئے جسکی وجہ سے عنان اختیار میرے ہاتھ سے چل بسا اور نزدیک تھا کہ میں خود کو مولانا صاحب کی گود میں پھینک دیتا تھا۔ تو انہوں نے پھر نوازش فرما کر ہاتھ لمبا کیا۔ میں نے بھی بغیر تاخیر مولانا صاحب کا ہاتھ پکڑ لیا۔ آپ نے طریق وقوف عددی، طریق جذبہ اور طریق رابطہ تعلیم فرمائی۔ خواجہ احرار فرماتے ہیں کہ اجنبی لوگوں سے یعنی جو لوگ ہمارے طریقت سے بیگانے ہیں۔ ان کی صحبت تو کیا بلکہ جوتے، لاٹھی اور لباس یعنی ہر چیز سے فتور نسبت واقع ہوتا ہے

خواجہ صاحب فرماتے ہیں. کہ اگر کسی صوفی کو قبر والوں کا حال معلوم کرنا ہو تو اپنے باطن کو تمام نسبتوں سے خالی کرے اور منتظر ہو جائے اس سے صاحب قبر کا حال معلوم کرے اور اگر کسی بیگانہ آدمی کا حال معلوم کرنا ہو تو اپنے باطن کو نظر کرے جو نسبت ظاہر ہوا ہی سے اس کی حالت معلوم کرے اور فرماتے تھے کہ ارباب تحقیق کے نزدیک بعد الموت ترقی ہے. ایک واقعہ ہے کہ ایک شخص خواجہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ میرا غلام فرار ہو گیا ہے. اس کے متعلق توجہ کیجئے. پھر خواجہ صاحب توجہ کر کے کہنے لگے کہ یہ نزدیک والی بستی میں اپنا غلام جا کر دیکھو وہ شخص ارشاد کے مطابق جاتے ہی غلام کو اسی بستی میں متحیر بیٹھے ہوئے پایا. اور دریافت حال کیا تو غلام کہنے لگا کہ جب میں فرار ہوا تو کسی نے مجھے خوارزم لے جا کر کسی مالدار آدمی پر فروخت کیا. اور آج میں کسی کنویں سے پانی بھر رہا تھا اچانک آپ کو ادھر دیکھ رہا ہوں اب اس حیرت میں ہوں کہ آنکھ پھرنے میں کون مجھے ادھر لایا. اس بات کی سننے کے بعد اس شخص نے اس غلام کو آزاد کیا اور واپس ہو کر خواجہ صاحب کا مرید ہوا.

حضرت خواجہ محمد زاہد رحمتہ اللہ علیہ کا انتقال ربیع الاول ۹۳۶ ہجری میں ہوا. ان کا مزار مبارک وخش میں ہے. وہ حضرت خواجہ محمد یعقوب چرخی کی صاحبزادی کے فرزند ہیں. فقر تفرید تجرید

ورع تقویٰ اور اتباع سنت میں بلند پایہ رکھتے تھے پہلے محمد یعقوبؒ صاحب کے خلفا میں سے مستفید ہوئے۔ اس کے بعد اشارہ غیبی سے خواجہ احرارؒ سے بیعت کرنے کے لئے روانہ ہو گئے تو خواجہ احرارؒ کو اپنے نور باطن کے ذریعے انکی آمد کے بارے میں علم ہو گیا۔ اور استقبال کے لئے گئے اور راستہ میں آپس سے ملاقی ہوئی بغل گیر ہو کر کسی درخت کے سایہ میں بیٹھے اور ان سے بیعت کر کے تکمیل پر پہنچ گئے۔ اور خلعت خلافت سے مشرف ہوئے اور رخصت ہو کر واپس ہو گئے فرماتے ہیں ایک صحبت سے زیادہ اتفاق نہیں ہوا۔

بہ درویش محمد شیخ کامل بہ خواجہ خوجگی بحر فضائل

حضرت خواجہ محمد درویش کا انتقال ۱۹ محرم الحرام ۹۷۰ھ ہجری میں ہوا۔ ان کا مزار شریف اسفراز میں ہے جو کہ ماوراء النہر کے شہر بستراز کے قرب و جوار میں ہے۔ حضرت مولانا محمد درویشؒ علوم ظاہری و باطنی اور رموز صوری و معنوی سے کامل واقفیت رکھتے تھے اوصاف جذب و استغراق سے موصوف تھے۔ اور سخا و عطا میں مشہور تھے پہلے پندرہ سال تک دشت بیابان میں زندگی بسر کی پھر حضرت خضرؑ کی ہدایت سے خواجہ محمد زاہد کی خدمت میں آ کر ان سے بیعت کی اور تکمیل حاصل کی۔

خواجہ محمد امکنگی کی ولادت باسعادت ۹۱۸ھ ہجری میں ہوئی اور

انتقال ۲۲ شعبان سنہ ۱۰۰۸ ہجری میں ہوا۔ مزار شریف امکنگ قریہ میں ہے۔ جو کہ شہر بخارا سے تین میل کے فاصلے پر ہے۔ اور حضرت خواجہ محمد درویش کی اولاد میں سے ہیں۔ اور صاحب کرامت و خوارق عادت تھے۔ حضرت خواجہ نے رحلت سے پہلے خلیفہ محمد باقی کے نام ایک مکتوب لکھا اس کے آخر میں یہ دو بیت درج کئے۔

زمان تا زمان مرگ یاد آیدیم ۔ ندانم کنون تا چہ پیش آید
جدائی مبادا مرا از خدا ۔ دیگر ہر چہ پیش آید م شاید م

ترجمہ:۔ بار بار مرگ یاد آتا ہے میں نہیں جانتا ہوں اب کیا پیش آتا ہے خدا سے مجھے جدائی نہ ہو باقی جو کچھ پیش آتا ہے وہ لائق میرے لئے۔

بہ عبدالباقی کان معانی ۔ بہ آن خواجہ مجدد الف ثانی

حضرت عبدالباقی کے طفیل جو کہ علم معنوی کا خزانہ ہے۔
اور خواجہ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے طفیل۔

حضرت خواجہ محمد عبدالباقی باقی باللہ کی ولادت کابل میں سنہ ۹۷۱ ہجری کو ہوئی اور انتقال ہفتہ کے دن ۲۲ جمادی الثانی سنہ ۱۰۱۲ ہجری میں ہوا۔ مزار شریف دہلی میں ہے۔ عمر مبارک ۴۱ سال تھی۔ اور تدریس میں ان کو نہایت قابلیت تھی اور روحانیت میں حضرت خواجہ احرار عبیداللہ سے مستفید ہوئے۔ اور اپنے زمانہ کے مقتدا تھے۔ کمالات ظاہری اور باطنی سے آراستہ تھے عشق و محبت میں آراستہ زہد و تقویٰ میں معروف اور اوصافِ کریمہ سے موصوف تھے ہزاروں خوارق عادات اُن سے منقول ہیں

نقل ہے کہ ایک دن حضرت خواجہ باقی باللہ امام کے پیچھے نماز میں سورۃ فاتحہ شروع کی۔ پھر حضرت امام ابو حنیفہ کی روح ہو کر ان سے کہا کہ میرے مذہب میں اولیا کرام بہت ہیں۔ کسی نے قرآۃ خلف الامام نہیں کیا تو آپ کو بھی ترک کرنا چاہیئے۔ خواجہ صاحب ہر روز بعد از نماز عشا تا بوقت تہجد و ختم القرآن کرتے تھے۔ خواجہ امکنگی نے ان کو حکم دیا کہ ہندوستان چلے جاؤ کہ تمہاری نسل سے ایک بچہ پیدا ہوگا کہ دنیا کے تمام لوگ اس پر متوجہ ہوں گے۔

حضرت خواجہ امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی کی ولادت جمعہ کی رات میں آدھی رات کو ۱۴ شوال ۹۷۱ھ میں ہوئی۔ انتقال منگل کے دن ۲۸ صفر ۱۰۳۴ھ ہجری کو ہوا۔ مزار مبارک سرہند شریف میں ہے۔ عمر مبارک ۶۳ سال تھی۔ حضرت خواجہ صاحب ایک عالم کامل تھے۔ ان کی تصنیفات بھی بہت ہیں۔ منجملہ ان میں سے مکتوبات شریفہ و رسالہ تہلیلیہ و اثبات النبوۃ اور مبداء و معاد مکاشفات غیبیہ۔ آداب المریدین، معارف الدنیہ ہیں۔ اور ان کی کرامات اور خوارق عادات جو کہ کتب مقامات میں مشہور ہیں۔ سات سو تک پہنچتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ ایک صبح کے وقت مراقبہ میں بیٹھے تھے۔ کہ جناب ربانی سے الہام ہوا اور ہاتف غیبی نے آواز دی کہ

غفرت لک و لمن توسل بک بواسطۃ او بلا واسطۃ الی یوم القیامۃ۔

ترجمہ :۔ میں نے بخشا تمکو اور اس کو جو آپ کا وسیلہ لیکر آیا خواہ بالواسطہ ہو یا بلا واسطہ اور یہ میری بخشش آپ کے وسیلہ سے قیامت تک باقی ہے۔ اور ایک دن آواز آئی کہ (انک من المتقین)

ترجمہ تحقیق تم پرہیزگاروں میں سے ہو۔ فرمایا کرتے تھے کہ شریعت کو میں نے دیکھا کہ ہر کوچہ میں یعنی گلی میں آکر اتری ہے۔ جیسا کوئی قافلہ اپنے گھر میں آکر اُترے اور خواجہ صاحب کی اتباع سنت و شریعت میں کوئی نظیر نہ تھی

نقل ہے

کہ ایک دن خواجہ صاحب نے فرمایا کہ شیخ طاہر جو کہ حضرت محمد سعید اور محمد معصوم کے استاد ہیں۔ اس کی پیشانی پر ھُوالکافر لکھا ہوا نظر آتا ہے۔ لہٰذا کافر ہو جائیگا۔ تو چند مہینہ کے بعد شیخ طاہر کسی کافر عورت پر عاشق ہو کر کافر ہوا۔ پھر دونوں صاحبزادے والد بزرگوار حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عرض کرنے لگے کہ توجہ فرمائے تاکہ شیخ طاہر واپس مسلمان ہو جائے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ لوح محفوظ میں اس کے لئے یہی کافر لکھا ہوا ہے۔ آخر یہ دونوں صاحبزادوں نے خواجہ صاحب کو بہت تنگ کیا تو پھر توجہ

فرمایا۔ اور شیخ طاہر واپس مسلمان ہو گیا اور بلند درجوں کو پہنچ گئے
بعد نماز صبح اور عصر مراقبہ میں بیٹھتے تھے۔

بمولانا محمد گشت معصوم　　　　بہ سیف الدین امین سر مکتوم

حضرت مولانا محمد معصوم کے طفیل۔ اور حضرت خواجہ سیف الدین کے طفیل جو کہ پوشیدہ رازوں کے امانت دار ہیں۔

حضرت مولانا قیوم الزمان محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت شوال ۱۰۰۹ھ میں ہوئی انتقال ہفتہ کے دن دوپہر کو ۹ ربیع الاول ۱۰۸۰ھ میں ہوا مزار شریف سرہند شریف میں ہے۔ عمر مبارک ۷۱ سال تھی۔ مولانا محمد معصوم مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے فرزندوں میں سے تھے۔ ۱۶ سال کی عمر میں علوم ظاہری سے فارغ ہو کر علوم باطنی کی طرف متوجہ ہوئے اور شاہجہان بادشاہ ان کی صحبت کا بہت شوقین تھا۔ لیکن نصیب نہیں ہوئی۔ اور اورنگزیب عالمگیر مرید ہوئے اور صحبت دوامی چاہتے تھے۔ لیکن آپ قبول نہ کرتے تھے اور کشف و مقامات الٰہیہ میں بلند پایہ رکھتے تھے۔ ان کے ہاتھوں سے ۹ سو ہزار آدمی مرید ہوئے ان میں سے صرف ۷ ہزار کو خلافت ملی۔ ان کی خدمت میں ہر ایک طالب ایک ہفتہ میں درجۂ فناہ اور ایک مہینہ میں درجۂ کمالات ولایات کو پہنچتے تھے۔ بہت مریدوں کو ایک توجہ سے تمام مقامات پر پہنچاتے تھے۔ نقل ہے کہ کسی مرید نے کسی عورت سے ارادۂ زنا کیا تھا۔ تو اچانک دیکھا کہ ..... حضرت شیخ دروازہ پر کھڑے ہیں اور انگلی دانتوں سے پکڑی ہوئی ہے۔

کہنے لگے خبردار اس گناہ کے مرتکب نہ ہونا۔ تو عورت بے ہوش ہو کر گر پڑی اور مرد بھاگ گیا۔

معتقدین مشکلات میں شیخ صاحب کو یاد کرتے تھے شیخ صاحب حاضر ہو کر مشکل کشائی کرتے تھے (خزینۃ الاصفیا)

شیخ سیف الدین محی السنۃ کی ولادت ۱۰۵۵ھ میں ہوئی اور وفات ۱۰۹۵ھ میں واقع ہوئی مزار شریف سرہند میں ہے عمر مبارک ۴۰ سال تھی شیخ سیف الدین مولانا محمد معصوم کے فرزند تھے علوم ظاہری اور باطنی اور کمالات صوری معنوی اور زہد و تقویٰ اور اتباع سنت و شریعت میں جامع اور کامل تھے۔ کافر اور فاسق لوگ جب آپکی خدمت میں حاضر ہو جاتے تو توبہ کر جاتے۔ شیخ صاحب مالدار لوگوں کا کھانا نہیں کھاتے تھے۔ اگر اہل مجلس میں سے کوئی اللہ کا نام لیتا تو غور سے سن کر بے ہوش ہوتے تھے۔ کرامات اور خوارق عادات بغیر اختیار کے شیخ صاحب سے صادر ہوتے تھے۔

بہ نور الدین بدایون کان عرفان   بہ شمس الدین مظہر جان جاناں

حضرت خواجہ نور الدین بدایونی کے طفیل جو معرفت الٰہی کا خزانہ ہے۔ اور حضرت شمس الدین مظہر جان جاناں کے طفیل۔

حضرت سید نورالدین بدایونی رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ۱۱ ذیقعدہ ۱۱۳۵ سنہ ہجری میں ہوا۔ مزار شریف کوٹلہ کے قریب حضرت نظام الدین اولیاؒ کے مزار کے قریب دہلی میں ہے۔ خواجہ نورالدینؒ عالم کامل تھے علوم ظاہری اور باطنی شریعت اور طریقت رموز حقیقت اور معرفت استغراق اور جذب میں بلند پایہ رکھتے تھے۔ اور اتباع سنت کے بہت پابند تھے۔ ایک دن بائیں پیر کے بجائے دائیں پیر کو اول بار بیت الخلاء میں داخل کیا تو اسی وجہ سے تین دن تک حالات میں انقباض ہوئی۔ چند دن کے لئے اپنا کھانا اپنے ہاتھ سے لٹکا کر رکھتے تھے۔ جب بھوک زیادہ ہوتی تو کھا لیتے تھے۔ زیادہ مراقبہ کرنے کی وجہ سے ان کی پشت مبارک جھک گئی تھی۔ اور دولت مند لوگوں کی صحبت سے احتیاط کرتے تھے۔ اور شیخ صاحب کے تصرفات بہت سے تھے۔ جو کچھ کہتے تھے وہی ہوتا تھا۔ نقل ایک بوڑھی عورت نے خدمت میں عرض کی کہ میری بیٹی گم ہو گئی ہے تو شیخ صاحب نے توجہ کی اور کہا کہ لڑکی آجائے گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اسی اثنا میں لڑکی حاضر ہوئی اس سے پوچھا گیا تو کہنے لگی کہ میں صحرا میں جنوں کی قید میں تھی۔ آج ایک بزرگ نے آکر میرا ہاتھ پکڑ کر ادھر لے آئے ہیں۔

حضرت شاہ شمس الدین حبیب اللہ مرزا مظہر جان جاناں علوی قدس سرہ صبح کے وقت جمعہ کے دن ۱۱ رمضان المبارک سنہ ۱۱۱۱ ہجری میں پیدا ہوئے اور ہفتہ کے دن ۱۰ محرم الحرام سنہ ۱۱۹۵ ہجری میں کسی شیعہ نے خانقاہ میں شہید کر دیا۔ مزار شریف دہلی کے اندر

خانقاہ شریف میں ہے عمر مبارک ۸۴ سال تھی سید شمس الدینؒ کو دنیا کی رغبت نہ تھی۔ بہت نازک مزاج اور حسین تھے پہلے سے ہی شہادت کے خواہشمند تھے۔ تو اللہ نے ان کو نصیب کی ظاہری علوم کے ہر فن سے بہرہ ور تھے ۱۶۔ سال کی عمر میں طریقہ نقشبندیہ میں شامل ہوئے صاحب کرامات اور خوارق عادات تھے۔ نقل ہے کہ ایک دن حضرت مرزا صاحب قبرستان کی طرف روانہ ہوئے تو ایک منکر آدمی نے ایک قبر دکھا کر از راہ امتحان کہنے لگے کہ یہ میرا دوست ہے ان کا حال تو بتا دیں کہ کیا حال ہے۔ تو حضرت صاحب نے فرمایا کہ جھوٹ مت کہو یہ تیرا دوست نہیں یہ کسی عورت کی قبر ہے پھر اسی شخص نے معافی مانگی۔ نقل ہے کہ ایک وقت حضرت صاحب صحرا کی طرف اپنے دوستوں کے ساتھ تشریف لے گئے تھے۔ وہاں زبردست بارش شروع ہو گئی۔ تو آپ نے دعا کی پھر چاروں طرف بارش ہو رہی تھی۔ لیکن ان پر ایک قطرہ بھی نہیں گرتا تھا۔

بعبد اللہ قطبؒ نور باری   برکات فیض عیسٰی قندھاری۔

حضرت عبداللہ قطبؒ کے طفیل جو اللہ کے نور ہیں۔

اور طفیل حضرت عیسٰی قندھاریؒ جو کہ فیض الٰہی کا خزانہ ہیں۔

حضرت شاہ عبداللہ جو کہ مشہور ہے غلام علی دہلوی سے ان کی ولادت قصبہ بٹالہ میں ۱۱۵۸ھ ہجری کو ہوئی اور انتقال ہفتہ کے دن

۲۲ صفر ۱۲۴۰ ہجری میں ہوا۔ مزار شریف حضرت مرزا کے پہلو خانقاہ شریف میں دہلی کے اندر ہے عمر مبارک ۸۲ سال تھی شاہ صاحب کے کرامات اور خوارق عادات حساب سے باہر ہیں۔ یہ حضرت مرزا صاحب کے سجادہ نشین تھے۔ اور حضرت علیؓ کی نسل سے ہیں۔ حضرت کے والد بزرگوار نے ان کی ولادت سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھا تو حضرت علیؓ نے فرمایا کہ جب تمہاری اولاد پیدا ہو اس کو میرے نام سے موسوم کرنا۔ چنانچہ ارشاد کے مطابق جب حضرت پیدا ہوئے تو ان کے والد بزرگوار حضرت شاہ عبداللطیف صاحب نے ان کو حضرت علیؓ اور آپ کا چچا صاحب کے نام سے موسوم کیا۔ علی عبداللہ نام رکھا پھر شاہ صاحب نے ادب کی وجہ سے اپنے آپکو غلام علی مشہور کیا۔ اور بہت سے بزرگوں کے فیض سے مستفیض ہو کر تکمیل پر پہنچے اور چاروں طریقوں کی خلعت خلافت سے مشرف ہوئے نقل ہے کہ مولوی فضل احمد صاحب کا لڑکا بیمار تھا۔ مولوی فضل احمد صاحب نے خواب میں دیکھا کہ حضرت شاہ صاحب نے آپ کے فرزند کو کوئی چیز پلائی جب صبح ہوئی تو آپ کا لڑکا شفایاب ہوا فضل احمد نے صد روپیہ سیکہ شاہ صاحب کی خدمت میں بطور شکرانہ پیش کیا تو شاہ صاحب نے اُن پیسوں کے لینے سے انکار کیا۔ اور روپے واپس کر دئے۔ فرماتے ہیں کہ بیعت کی تین قسمیں ہیں (۱) ایک یہ کہ بڑے بزرگوں تک پہنچنے کیلئے وسیلہ پکڑنا (۲) دوسرا یہ کہ گناہوں

سے توبہ کرنا۔ (۳) تیسرا یہ کہ کسب نسبت کے لئے ان بزرگوں سے
اور فرمایا کہ اولیاؑ کے بھی تین قسمیں ہیں (۱) ایک صاحب کشف
(۲) دوسرا ادراک (۳) تیسرا صاحب جہل ۔ اور فرمایا ہزار بار تک
نفی و اثبات کا ذکر میرا وظیفہ ہوا ہے۔ اور فرمایا کہ خداوند تعالیٰ کا
کلام اگرچہ آواز سے خالی ہے۔ لیکن میں تین بار تک سنتا ہوں۔ اور فرمایا
کہ ایک دفعہ میں نے کہا یا رسول اللہؐ تو آواز آئی لبیک یا عبدالصالح۔
نقل ہے کہ ایک دفعہ مجلس شریف میں ایک ہندو لڑکا آیا جو بہت
خوبصورت تھا۔ تمام اہل مجلس کی توجہ اس کی طرف ہو گئی تو اچانک شاہ
صاحب کی نظر اس پر پڑی اور وہ بچہ مسلمان ہوا۔ شاہ صاحب کی
تصوف کے رسائل مشہور ہیں۔

حضرت مولانا محمد عیسیٰ قندھاریؒ عالم فاضل تھے۔ اور قندھار
سے دہلی تک حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں پیدل تشریف
لائے تھے۔ فرماتے ہیں کہ شاہ صاحب کی ایک ہی توجہ سے قندھار
تک راستے میں کھڑے درخت مجھے نظر آتے تھے۔ حضرت محمد عیسیٰ
صاحب فیض کے خزانے تھے۔ اور درجہ کامل کے مالک تھے بہت
سے لوگ ان کی توجہ سے تکمیل پر پہنچے۔

بہ روح اللہ یشگی بہ کمالات بہ آن خواجہ فیض الحق عین ولایات

حضرت خواجہ میاں روح اللہ کے طفیل جو کمالات کے مالک ہیں۔
اور فیض الحق کے طفیل جو کہ ولی کامل ہیں۔

حضرت خواجہ میاں روح اللہ رحمتہ اللہ علیہ کا انتقال جمادی الآخر ۱۳۱۴ھ میں ہوا مزار شریف قریہ گا جو کہ پشین کے مضافات میں ہے۔ خواجہ صاحب علوم ظاہری اور باطنی کے دریا تھے اور صاحب کرامات اور مقامات تھے۔ اتباع سنت میں کوئی کمی نہیں تھی ایک دن مراقبہ کے بعد جب سر اٹھایا تو فرمایا کہ اے حاضرین تم میں سے کوئی جنب ہے تو تفتیش کے بعد کسی مرید کی شلوار میں منی کا نطفہ نظر آیا۔ تو اس نے جا کر غسل کیا۔ ایک دن فرمایا کہ حضرت عیسےٰ اور حضرت ابراہیم علیہم السلام تشریف لائے ہیں۔ اور حضرت خضر علیہ السلام بار ہا بیداری کی حالت میں ان کے پاس ملاقات کیلئے آتے تھے۔ ایک دفعہ خواجہ صاحب کا ایک مرید حضرت صاحبزادہ نبیرہ کی خدمت میں مرید ہونے کیلئے حاضر ہو گئے۔ تو حضرت نبیرہ نے انکار کیا اور کہا کہ آپ کا مرشد کامل ہے تم کو ان کی خلافت ملیگی۔ وہ مرید جب واپس آیا تو خلعت خلافت سے مشرف ہوا۔ مخلص مرید ان کے توجہ سے کشف کرامات اور واردات غیبیہ میں جلدی پہنچ جاتا تھا۔

حضرت خواجہ فیض الحق جان چشموی رحمتہ اللہ علیہ کی ولادت ۲۷ رجب ۱۲۵۵ھ ہجری میں ہوئی اور انتقال اتوار کے دن بعد نماز ظہر ۲۸ رمضان المبارک ۱۳۱۸ھ ہجری کو ہوا۔ مزار شریف قریہ چشمہ اچوزئی میں ہے جو کہ کوئٹہ بلوچستان کے نواح میں ہے۔ عمر مبارک ۶۳ سال تھی۔ مولانا صاحب علوم ظاہری اور باطنی میں کامل تھے۔ اور اخلاق حمیدہ کے مالک تھے

ہمیشہ بعد نماز صبح تا طلوع آفتاب اور بعد نماز عصر تا غروب آفتاب مسجد شریف میں بیٹھ کر مراقبہ کرتے جیسے سابقہ بزرگوں کا طریقہ تھا اور مراقبہ کے بعد سب مریدوں سے حالات مکاشفات کی دریافت کرتے تھے۔ اور فرماتے تھے۔ کہ یہ حال جو کہ بے بقا ہے فلاں حال ہے اور فلاں مقام ہے اور یہ مکاشفہ فلاں نام رکھتا ہے۔ اور یہ فلاں حال جو کہ بقا رکھتا ہے۔ اور فلاں مقام ہے اور اتباع سنت میں کوئی کمی نہیں رکھتے تھے۔ فیض الخالی خواجہ حاجی محمد عباس صاحب مولانا فیض الحق کے خلیفہ تھے۔ علوم ظاہری اور باطنی میں کامل تھے اخلاق حمیدہ کے مالک تھے۔ اور صاحب کشف کرامات تھے اور حاجی صاحب کا طعام اور کلام اور منام بہت کم ہوتی تھی۔

یہ فیاض عصر شاہ منور محمد با عمر زمان گشتہ رہبر

حضرت مولانا خواجہ محمد عمر جان چشموی رحمتہ اللہ علیہ کے طفیل جو کہ اپنے زمانے کے نور ہیں۔

حضرت قطب عصر خواجہ محمد عمر صاحب چشموی رحمتہ اللہ علیہ کی ولادت صفر ۱۲۸۹؁ ہجری میں ہوئی حضرت محمد عمر صاحب علوم ظاہری اور باطنی میں کامل تھے۔ اور اپنے والد بزرگوار سے خلافت حاصل کی اور ان کے سجادہ نشین تھے خواجہ میاں روح اللہ سے بھی فیضیاب ہوئے تھے۔ اور بہت سے علماء ان سے فیضیاب ہو کر اپنے فیض کو ملک میں پہنچا رہے ہیں متابعت سنتہ اور اخلاق حمیدہ کے

مرکز تھے۔ اور صاحب درجات اور مقامات عالیہ تھے اور ان کا انتقال یکم ذوالحجہ ۱۴۰۱ھ سنہ ہجری میں ہوا۔ مزار شریف چشمہ شریف میں ہے جو کہ کوئٹہ بلوچستان کے قریب وجوار میں واقع ہے۔

حضرت خواجہ محمد عمر جان چشموی کے سجادہ نشین حضرت الشان قبلہ گاہی کے پانچ بھائی ہیں جو کہ حضرت چشموی کے زیر سایہ ہیں۔ اور ان کا نہایت ادب واحترام کرتے ہیں۔ ان میں آغا عبداللہ جان چشموی، مولوی محمد عارف صاحب چشموی، حاجی عبدالعزیز چشموی، آغا سعداللہ جان چشموی اور سب سے چھوٹے بھائی زین العابدین چشموی ہیں۔ طوالت کے ڈر کے سبب ہر ایک کا تفصیلی نوٹ نہیں لکھا گیا۔

تمام حضرات کی طبیعت نہایت ہی خوش خلق ہے معلوم ایسا ہوتا ہے کہ سب کے سب حضرات خدا کی نشانیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے زیر سایہ ہمیں رکھے اور فیوضات وبرکات کا منبع ان سے تاقیامت جاری رہے۔

لعبد الحیٰ آں صاحب حقیقت کہ قامع بدعت ہمی سنت

حضرت خواجہ مرشدنا ومقتدانا جناب آغا عبدالحیٰ جان مدظلہ کے وسیلہ سے جو کہ سنت کو زندہ کرنیوالے اور بدعت کو ختم کرنیوالے ہیں۔

خداوند قدوس کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس وقت حضرت محمد عمر جان کے سجادہ نشین جامع الشریعت والطریقت ھادی الحقیقت والمعرفت افتخار المحققین استظہار المدققین قدوۂ علما متجرین تذکرۂ

فضلا متقدمین مرشدنا مربی نا ماوانا ملجانا شیخ المشائخ حضرت خواجہ آغا عبدالحئی جان چشموی مدظلہ موجود ہیں۔ جو کہ علم ظاہری و باطنی کامل رکھتے ہیں۔ جامع اخلاق حمیدہ اور مالک طبع کریمہ کے ہیں۔ ان کا اخلاق اور مہمان نوازی لاثانی مثال رکھتے ہیں۔ جسکو مشک تاتار کی طرح سو پردہ میں بھی کوئی چھپا نہیں سکتا ہے اور ان کی پیشانی مبارک میں ہمیشہ انوارات الٰہی کے تاثرات معلوم ہوتے ہیں۔ اور ان کی مجلس میں ایزد تعالیٰ نے ایسے اثرات رکھے کہ اگر کوئی بھی فاسق شرابی ہو یا زانی ہو یا ظالم ہو جب ان کی مجلس میں ارادہ الٰہی سے حاضر ہوا ہے تو یقیناً ایک نظر سے توبہ کر کے صوفی بن گیا ہے اور ہزاروں فاسق آپکی توجہ سے صوفی بن گئے ہیں اور قیامت تک بنتے رہیں گے۔ اگر کوئی مرید ارادہ کاملہ سے ان کا دست بیعت کرے تو واللہ باللہ ایک ہی توجہ سے ذکر الٰہی میں مشغول اور شراب عشق جام وحدت سے مخمور ہو گا۔ موجودہ زمانے میں ان کا فیض دنیا کے گوشے گوشے میں پہنچ رہا ہے اور ان کے انوارات و فیوضات ہر ملک میں پرتو انداز ہیں اور ان کی نظرِ شفقت ہر ایک مردہ دلوں میں حرکت ذکر الٰہی پیدا ہو کر طلب گار عہد الست کے ہیں۔ ہزاروں مردہ دل ان کی توجہ سے زندہ ہوئے ہیں۔ اور قیامت تک ہوتے رہیں گے اور ہمیشہ اتباع سنت اور رضائے الٰہی کا خیال رکھتے ہیں اٹھتے بیٹھتے ہی رضائے الٰہی اور اتباع سنتہ سے ایک ذرہ بھی تجاوز نہیں کرتے

اور ہمیشہ اپنے مریدین اور معتقدین کے ساتھ ان کی عقل اور ادراک کے موافق ارشاد فرماتے ہیں اور ان کی گفتگو میں خداوند تعالیٰ نے اس قدر مقناطیس رکھا ہے کہ جب کوئی ان کی مجلس میں بیٹھ جاتا ہے تو اس کا دل اُٹھنے کو نہیں چاہتا۔ بلکہ یہی چاہتا ہے کہ ہمیشہ بیٹھے رہیں اور ان کی صحبت میں ماسوا یادِ الٰہی سے اور کوئی چیز یاد نہیں آتی۔
یہ چند کلمات قصر بندہ ابراقم رسالہ ہٰذا عبدالمجید کمترین خادمان چشموی اپنے مربی کے اخلاقوں میں سے ایک شمع اس رسالہ کے آخر میں تحریر کیا اگر تمامی قلمبند کیا جائے تو خلاصہ ایک دفتر بن جاتا ہے۔ لہٰذا اختصار پر اکتفا کیا گیا یہ رسالہ ختم ہوا۔ اب اس کے بعد ارشادات مختصر مربی ناچوکہ آئندہ صفحہ سے شروع ہوتے ہیں درج کئے ہیں۔

سگِ آستانہ دولت علی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم۔ امابعد ہم سب اپنے مربی کے شکر گذار ہیں کہ اپنی شفقت کی وجہ سے مریدین اور معتقدین کے لئے اپنے والد ماجد اور جد امجد کے مختصر حالات اور ان کے خلفاء عظام کے نام بمعہ مختصر حالات فارسی زبان میں قلمبند فرمایا اور مولانا عبدالشکور صاحب طوروی خطیب جامع مسجد کوئٹہ نے ان کو اردو زبان میں ترجمہ اور تشریح کر کے ممنون فرمایا اور امید ہے کہ آئندہ بھی مربی نا اپنے ارشادات سے سرفراز کرتے رہیں گے. قلمبند شدہ مضامین آئندہ صفحہ سے شروع ہوتے ہیں

(بندہ عبدالمجید)

حضرت مرجع ارباب ہدایت مرکز دائرہ ولایت رہنمائے سالکان پیشوائے عارفان مولانا خواجہ فیض الحق جان صاحب چشموی رحمتہ اللہ علیہ جن کے والد بزرگوار کا نام نامی واسم گرامی حضرت میاں عبدالعزیز صاحب تھا انہوں نے اپنی وفات سے قبل اپنے تین لڑکوں کے متعلق وصیت کی کہ میرے تینوں لڑکے (۱) میاں مولوی احمد صاحب (۲) میاں عبدالحق صاحب اور (۳) میاں فیض الحق صاحب کم عمر ہیں۔ یہ جناب صالح محمد آخوند صاحب جو قندھار میں رہائش پذیر ہیں۔ ان کے حوالہ کئے جائیں آخوند صاحب مذکور اپنے وقت کے بڑے متبحر فیاض عالم تھے اوران کی کرامات زیادہ ہیں۔ جن کو خوف طوالت کی وجہ سے بیان نہیں کیا جا سکتا۔ غرضیکہ یہ تینوں صاحبزادگان ان کے والد بزرگوار کی وصیت کے مطابق آخوند صالح محمد صاحب کی خدمت میں قندہار بھیج دئے گئے ان تینوں نے جناب آخوند صاحب موصوف سے علوم حاصل کئے اور فارغ التحصیل ہوگئے اس کے بعد بلوچستان آگئے پھر قضائے الٰہی سے میاں عبدالحق صاحب رحمتہ اللہ علیہ نوجوانی کے عالم میں انتقال کر گئے۔ اور جناب مولوی احمد صاحبؒ اپنے زمانہ کے بےنظیر اور جید عالم ثابت ہوئے۔ اور درس و تدریس میں معروف رہے اور حضرت خواجہ فیض الحق صاحبؒ کچھ زمانہ درس و تدریس میں مشغول رہے۔ اس کے بعد فقیری کی طرف متوجہ ہوئے وظائف اور

اذکار میں وقت گذارنے لگے ایک دفعہ ایسے بیمار ہوئے کہ وظائف اور اوراد کو معمول کے مطابق پڑھنے سے قاصر رہے انہوں نے اپنے ساتھ یہ عہد کر لیا کہ اس مرتبہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے اس بیماری سے تندرستی نصیب کی تو اس چیز کو حاصل کرنے کی کوشش کروں گا. جو ہر وقت ساتھ رہے. اللہ پاک نے رحم فرمایا اور اپنے فضل وکرم سے ان کو تندرستی عطا فرمائی تو انہوں نے پیر کامل کی تلاش شروع کی. اور اس مقصد کے لئے دور دراز سفر اختیار کئے یہاں تک کہ قندھار اور پھر پنجاب کے علاقوں میں پھرے. آخر کار جناب میاں روح اللہ صاحبؒ پشنگی کے مُرید ہوئے ان سے بیعت کی. سلوک وریاضت میں اتنے سرگرم ومشغول رہے کہ چار پانچ سال کی قلیل مدت میں خلعت خلافت سے سرفراز ہوئے. میاں روح اللہ صاحب کو اللہ تعالیٰ نے اسقدر بڑا مرتبہ عطا فرمایا تھا کہ اس زمانہ کے بڑے بڑے جید علمائؒ میں سے اکثر ان کے مرید تھے بعض ان کے ایسے مرید تھے جو درجۂ خلافت سے سرفراز ہوئے اور بعض ان میں ایسے بھی تھے. جو اس درجہ پر فائز نہ ہو سکے. جو حضرات درجہ خلافت سے محروم رہے ان کو حضرت خواجہ فیض الحق پر رشک ہوا کہ وہ ہم سب پر سبقت کیوں لے گئے کہ ان کو درجہ خلافت نصیب ہوا. اور ہم سب محروم رہے. اور یہ طبعی امر ہے کُلُّ ذِیْ نِعْمَۃٍ مَحْسُوْدٌ۔ جو

صاحب نعمت ہوگا وہ ضرور محسود ہوگا۔ حضرت میاں روح اللہ صاحب کشف تام کے مالک تھے۔ اور حضرت خضر علیہ السلام سے اکثر ملاقات کرتے تھے ایک دن انہوں نے اپنی مجلس میں فرمایا کہ خواجہ فیض الحق گیلی مٹی کی طرح میرے پاس آیا جس کے لئے تھوڑے سے پانی کی ضرورت تھی۔ (یعنی وہ ذراسی توجہ سے خلافت کے مستحق بن گئے اور جو لوگ بالکل خشک مٹی کی طرح آئے تو وہ زیادہ پانی سے بھی گیلے نہ بن سکے۔ اس لئے ان کو ان پر رشک نہیں کرنا چاہئے)

ایک مرتبہ خواجہ فیض الحق صاحبؒ، جناب شاہ ابوالخیر صاحب سرہندیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ حضرت شاہ ابوالخیر رحمتہ اللہ علیہ اپنے وقت کے بڑے بزرگ تھے اور کشف میں زیادہ مشہور تھے۔ جب خواجہ فیض الحق صاحب ان کی مجلس سے رخصت ہوئے تو شاہ ابوالخیر کے خادموں نے حضرت شاہ صاحبؒ سے خواجہ فیض الحق صاحب کے حالات دریافت کئے۔ تو حضرت شاہ ابوالخیر صاحب نے جواب میں فرمایا کہ پہلے میں نے چند لومڑیوں کو دیکھا تھا آج میں نے شیر کو دیکھا۔ خواجہ جناب فیض الحق اپنے زمانہ کے شیخؒ جناب حاجی عبدالرحمٰن صاحب گلزاری، جن کو خلعت خلافت مدینہ منورہ میں حضرت محمد عمر جان صاحب چشمویؒ نے عطا فرمائی تھی۔ حضرت کے خلیفہ بنے تھے انہوں نے ایک دفعہ مجھے فرمایا کہ جب

میں نیا نیا حضرت کا مرید ہوا. اس وقت میری جوانی کا زمانہ تھا اور میری نئی نئی شادی ہوئی تھی ایک دفعہ میں خواجہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور میں نے عرض کی کہ جناب ذکر سے غفلت واقع ہو جاتی ہے تو انہوں نے فرمایا کہ ساری رات تو تم عیش و عشرت میں گذارتے ہو ذکر کی توفیق کس طرح ہو. چنانچہ میں نے توبہ کی اور عیش و عشرت اور غفلت سے باز آیا۔

جناب حاجی عبدالرحمٰن صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ ایک مرتبہ میں اور خواجہ صاحب دونوں درانی بستی میں. جہاں اب کوئٹہ چھاونی ہے۔ رہائش پذیر تھے. اس درانی بستی کے قریب ایک مزار تھا جہاں کالج ہے. اس مزار شریف کے قریب ایک ویران جگہ پڑی ہوئی تھی. جہاں مسافر لوگ اپنی سواریاں باندھا کرتے تھے. خواجہ صاحب کا معمول تھا کہ کبھی کبھی اس مزار پر جایا کرتے تھے. اور وہاں مراقبہ کرتے تھے ایک دن جب صبح کے وقت مراقبہ سے تشریف لائے تو حکم دیا کہ قبر کھودنے کا سامان لے آؤ. سب لوگ یہ حکم سن کر حیران ہو گئے کہ بستی میں تو کوئی موت واقع نہیں ہوئی ہے اور نہ کوئی مرا ہے تو یہ قبر کھودنے کا سامان قبرستان کی طرف لے جانے کا کیا مطلب ہے. کسی کو یہ جرأت نہ تھی کہ وہ خواجہ صاحب سے حقیقت حال دریافت کرے تاہم حکم کی تعمیل کی گئی. اور قبر کھودنے کا سامان اٹھا کر سب حضرت کے ساتھ روانہ ہوئے

جب قبرستان میں اس ویران جگہ پہنچ گئے جہاں مسافر لوگ اپنی سواریاں باندھا کرتے تھے۔ تو خواجہ صاحب نے حکم دیا کہ اس جگہ کو کھودو چنانچہ حکم کے سامنے سر تسلیم خم کیا گیا۔ اور اس جگہ کو کھودنا شروع کیا۔ سب حیران تھے کہ یہ آخر قصہ کیا ہے لیکن جب اس جگہ کا کچھ حصہ کھودا گیا۔ تو لحد کے نشانات ظاہر ہوئے۔ جب لحد کو کھول کر دیکھا گیا تو ایک شخص بزرگ صورت جس کی داڑھی سفید تھی صحیح سلامت پڑا ہوا ہے۔ حضرت خواجہ صاحب نے حکم دیا کہ اس کو یہاں سے نکالو اور مزار شریف کے کنارے میں دفن کرو چنانچہ ہم نے ایسا کیا کہ اس بزرگ کو وہاں سے نکال کر مزار شریف کے ساتھ دفن کیا۔ اور پھر سب اپنے اپنے گھروں کو واپس ہو گئے دوسرے دن کسی خلیفہ نے جرأت کر کے عرض کی کہ حضرت یہ کیا قصہ ہے۔ حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا کہ یہ بزرگ صورت اور سفید ریش جن کی لاش برآمد ہوئی یہ اپنے زمانے کے مرشد تھے۔ اور وہ مزار ان کے خلیفہ کا تھا۔ اس بزرگ نے مجھے کہا کہ میں یہاں تکلیف میں ہوں مجھے یہاں سے نکالو اور خلیفہ کے مزار کے پاس دفن کر دو۔ چنانچہ میں نے ان کے حکم کی تعمیل کی کہ ان کو وہاں سے نکال کر مزار شریف کے قریب دفن کر دیا۔

ایک مرتبہ میرے والد بزرگوار حضرت محمد عمر جانؒ نے ارشاد فرمایا کہ خواجہ فیض الحق صاحب بستی ابراہیم زئی میں جو سروری روڈ کے قریب واقع ہے

رہائش پذیر تھے اور اس جامع مسجد کے خطیب تھے۔ جس کو آجکل مارکیٹ کی جامع مسجد کوئٹہ کہتے ہیں۔ جمعہ کا دن تھا اور حضرت خواجہ صاحب نمازِ جمعہ کے لئے جامع مسجد تشریف لے گئے تھے اس دوران میں ایک قلندری ملنگ اسی بستی ابراہیم زئی میں آ وارد ہوئے بہت سے بچوں کے گلے میں کالا دھاگہ ڈال دیا تھا۔ یہ دھاگہ اب بھی حضرت لعل شہباز قلندر کے دربار میں فروخت ہوتا ہے۔ بعض لوگ اس کو خرید کر کے بچوں کے گلے میں ڈالدیا کرتے ہیں)۔ حضرت خواجہ صاحب جب جمعہ سے فارغ ہو کر بستی ابراہیم زئی میں واپس پہنچے اور اس واقعہ کو دیکھا کہ اکثر بچوں کے گلے میں کالا دھاگہ پڑا ہوا ہے۔ تو بہت غصہ ہوئے اور سب بچوں کے گلے سے وہ دھاگہ کھینچ لیا۔ جب وہ رات گذر گئی تو والد صاحب نے فرمایا کہ صبح کے وقت خواجہ صاحب میرے پاس آئے اور فرمایا کہ میں تو حضرت لعل شہباز قلندر کی زیارت پر جاتا ہوں۔ آپ جائیں اور آپ کی مسجد۔ چنانچہ وہ اس ارادہ سے روانہ ہوئے اس زمانہ میں ریل گاڑی نہ تھی۔ اس لیے بولان تک تو حاجی صاحب شاہ پسند چشتی کے گھوڑے پر گئے۔ اور وہاں سے گاڑی پر یہاں تک کہ سیون شریف پہنچ گئے۔ جہاں حضرت شہباز قلندرؒ کا مزار مبارک ہے۔ اور موسم سرما کا سارا زمانہ سیون شریف میں حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے دربار میں گذارا اور ان کی عادت مبارک یہ تھی کہ رات کے وقت گھر میں آرام کیا کرتے تھے۔

جہاں بھی ٹھہرتے تھے۔ کسی نہ کسی مزار شریف پر رات گذارتے تھے
چشمہ شریف میں ایک پرانی زیارت ہے۔ جو پہاڑ کے دامن میں
ندی کے کنارے پر واقع ہیں۔ ہر رات عشا کی نماز کے بعد اپنے ایک
خاص شاگرد خلیفہ ملا احمد کو اپنے ساتھ لے جاتے اور اسی مزار شریف
پر جس کا نام راحت بابا ہے۔ ٹھہر جاتے اور ساری رات وہاں گذارتے
جونہی صبح ہو جاتی تو نماز با جماعت کے لئے مسجد میں پہنچ جاتے۔

جناب حاجی رحمتہ اللہ چشموی، جو کہ حضرت خواجہ فیض الحق
صاحب کے خاص شاگردوں میں سے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ
راحت بابا کے مزار کے قریب کوئی قبر نہ تھی خواجہ صاحب اپنے شاگردوں
سے فرماتے تھے۔ کہ یہاں پر پتھر لاؤ اور قبروں کی طرح نشان بناؤ چنانچہ
انہوں نے جگہ خود متعین فرمائی اور پھر فرمایا کہ یہ سب شہداء کی قبریں
ہیں اس قدر قبروں کے نشان بنائے کہ وہ ایک پورا مقبرہ بن گیا اور
چند قبروں کے متعلق تو انہوں نے فرمایا کہ یہ اولیاء کی قبریں ہیں۔ خلاصہ یہ ہے
کہ حضرت خواجہ فیض الحق صاحب دن رات اللہ تعالیٰ کے ذکر
میں مستغرق رہتے تھے۔

خواجہ فیض الحق صاحب، خواجہ عبدالعزیز صاحب کے فرزند ارجمند
تھے۔ اور خواجہ عبدالعزیز صاحب، حضرت خواجہ صاحبزادہ حافظ عبدالمجید
صاحب کے فرزند دلبند تھے۔ ان دونوں بزرگوں یعنی خواجہ صاحب کے
والد ماجد اور جد امجد کے حالات کسی نے قلمبند نہیں کئے۔ البتہ

میں نے اپنے والد بزرگوار حضرت محمد عمر جان چشموئیؒ سے اس قدر سنا تھا کہ ایک مرتبہ ملا محمد عظیم آخوند جو ایک بڑے جید عالم تھے۔ اور حضرت میاں روح اللہ صاحب لشتگیؒ کے خلیفہ تھے انہوں نے فرمایا کہ ایک دفعہ میں سنگ مثانہ کے درد کی وجہ سے سخت تکلیف میں تھا۔ اور درد گردہ کی شکایت تھی۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ پتھری ہے۔ میں نے اپنی تکلیف کا ذکر خواجہ عبدالعزیز صاحب سے کیا اور فریاد کی کہ حضرت بہت تکلیف میں مبتلا ہوں۔ حضرت نے اسی وقت مراقبہ کیا اور توجہ فرمائی اللہ کی قدرت سے ایک گھنٹہ کے بعد وہ پتھری ریزہ ریزہ ہوکر پیشاب کے ذریعے باہر نکلی اور مجھے مکمل صحت حاصل ہوگئی۔

خواجہ حافظ عبدالمجید صاحب جو خواجہ فیض الحق کے دادا تھے مشہور ہے کہ اگر وہ کسی نہر یا ندی کے کنارے پر قرآن پاک کی تلاوت شروع کرتے تو پانی کا بہنا بند ہو جاتا تھا۔ اس زمانہ میں عربستان سے ایک قاری صاحب ان کی ملاقات کے لیے تشریف لائے تھے۔ جب انہوں نے جناب حافظ صاحب کی قرآۃ سنی تو حیران رہ گئے ان کے متعلق یہ قصہ بھی مشہور ہے جو میں نے اپنے والد بزرگوار سے سنا ہے انہوں نے فرمایا کہ جناب حافظ عبدالمجید صاحب کے پاس بہت سے طالبعلم رہتے تھے۔ اُن میں انسان بھی تھے اور جنات بھی تھے ایک دفعہ جاڑے کا موسم تھا۔ اور برفباری کا زمانہ ہونے کی وجہ سے سخت سردی تھی ان طالبعلموں نے حافظ صاحب کو تنگ کرنا

شروع کیا اور یہ درخواست کی کہ ہمیں توت کھلاؤ حافظ صاحب نے ان طلبا کو بہت سمجھایا اور نصیحتیں کیں مگر وہ طالبعلم ایک بھی نہ مانے اور توت کیلئے اصرار کر رہے تھے۔ آخر کار جب حافظ صاحب تنگ آگئے تو طالبعلموں سے کہا کہ اچھا یہ چادریں اپنے ساتھ اُٹھاؤ یہ فرما کر کسی باغ میں سب پہنچ گئے ایک طالبعلم کو حکم دیا کہ تم اس تُوت کے درخت پر چڑھ جاؤ اور اس کو پیر سے مارو۔ باقی طالب علموں کو حکم دیا کہ وہ چادر پکڑ رکھیں اللہ کی شان ہے کہ ان چادروں میں اس قدر تازہ توت گرے کہ سب طالب علموں نے نوشِ جان کئے اور سیر ہو گئے۔

جناب حافظ صاحب میاں نور محمد صاحب قندھاریؒ کے خلیفہ تھے اور میاں نور محمد صاحبؒ جناب میاں عبدالحکیم صاحبؒ چوٹیالی کے خلیفہ تھے۔

حضرت جناب خواجہ فیض الحق صاحب چشموی کے مشہور خلفاء یہ ہیں۔

۱:۔ حضرت آخوند محمد عثمان صاحب کچلاغی کوئٹہ۔

۲:۔ حضرت حاجی محمد عباس صاحب مروی علاقہ مستونگ۔

۳:۔ حضرت حاجی محمد عوض صاحب گلزاری۔ کوئٹہ۔

۴:۔ حضرت آخوند محمد امین صاحب ترخوی۔ کوئٹہ۔

۵:۔ حضرت سید محمد اشرف صاحب کرانوی۔ کوئٹہ۔

۶:۔ حضرت مُلا احمد صاحب کلی شیخاں۔ کوئٹہ

۷:۔ حضرت حاجی اللہ بخش صاحب کھک کستی بلوچستان۔

۸۔ حضرت خلیفہ در محمد صاحب مستونگ بلوچستان۔
ان کے علاوہ بھی ممکن ہے کہ اور خلفائ ہوں مگر میں ان سے ناواقف ہوں۔ حضرت خواجہ صاحب طریقہ قادریہ میں حضرت حافظ صاحب بہرچونڈی شریف کے خلیفہ تھے۔ خواجہ کے یہ تمام خلفا پورے ذاکر تھے اور پھر ان خلفائ کے جو مرید ہوئے وہ بھی ذاکر تھے اور یہ خلفاء سب کے سب بڑے جیّد عالم تھے ان میں سے بعض کی کچھ کرامات سننے میں آئی ہیں۔ اور بعض کی نہیں سنی ہیں۔
(۱) جناب حاجی محمد عثمان کچلاغی اپنے زمانہ کے بڑے عالم تھے ان کے بہت سے مرید تھے۔ جو ذکر میں مصروف رہتے تھے۔ یہ خواجہ صاحب کے بھائی کے لڑکے تھے۔ انہوں نے بوقت وفات وصیّت کی تھی کہ میری قبر خواجہ فیض الحق صاحب کے مزار کے پیروں کے پاس بنائی جائے چنانچہ ان کی وصیت پر عمل کیا گیا ہے۔ اور ان کا ایک صاحبزادہ ہے جن کا نام عبدالمجید آخوندزادہ ہے۔ جو اپنے وقت کے بے نظیر عالم ہیں۔ اب بھی شہر کوئٹہ میں کامل مدرس کی حیثیت سے درس و تدریس میں مصروف ہیں۔ جناب حاجی محمد عباسؒ صاحب مروی اپنے زمانہ کے بڑے عالم تھے۔ ان کے بھی بہت سے مرید صاحب ذکر تھے۔ ہر شخص ان کے ذکر و شغل اور حسنِ اخلاق کا گرویدہ تھا۔ ان کی ظاہری شکل و شباہت اور وضع قطع صحابہ کرامؓ کی طرح سادہ اور بے تکلف تھے۔ ان کی مجلس کا ایک لمحہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر سے

خالی نہ تھا۔ اور مولانا تاج محمد صاحب امروٹی کے خاص ہمراز تھے اور نہایت متواضع اور شب خیز تھے ان کے بہت سی کرامات ہیں اگر ان سب کو قلمبند کیا جائے تو علیحدہ کتاب درکار ہے۔ ایک دفعہ جناب شاہ حسین شاہ نے جو کہ ایک صوفی بزرگ ہیں الحمدللہ اب تک قید حیات میں ہیں اور پیر دوپاسی کے دربار میں رہائش پذیر ہیں۔ باشرع اور تہجد واشراق کے بہت پابند ہیں اور پیر دوپاسی کی اولاد میں سے ہیں۔ اور حاجی محمد عباس صاحب کے مرید ہیں انہوں نے بیان کیا کہ ایک دفعہ ایسا ہوا کہ میں ایک مصیبت میں گرفتار ہوا۔ کچھ سرکاری جرمانہ میرے ذمہ لگایا گیا وہ میں نے سب ادا کیا لیکن پھر بھی تین سو روپے میرے ذمہ باقی رہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں اس مصیبت کے وقت حضرت حاجی محمد عباس صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور میں نے عرض کیا کہ حضرت تین سو روپے ادا کرنے ہیں اور میں رقم ادا کرنے سے قاصر ہوں اس موقع پر جناب حاجی صاحب نے مجھے ایک وظیفہ بتادیا اور فرمایا کہ یہ پڑھ کرو میں نے وہ وظیفہ پڑھنا شروع کیا چند دن کے بعد خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ میں ایک پہاڑ پر گیا ہوں وہاں ایک درخت ہے جسکی جڑ زمین سے ظاہر ہو کر پھر زمین میں غائب ہو گئی ہے اور اس جڑ کے نیچے زمین میں خزانہ نظر آرہا ہے۔ جب صبح کو بیدار ہوا تو حیران ہوا کہ کس پہاڑ پر جاؤں۔ جب کوئی فیصلہ نہ کرسکا تو تین

دن متواتر اسطرح کا خواب دیکھتا رہا آخر کار اس پہاڑ پر گیا جو میرے قریب تھا۔ ایک ساتھی کو اپنے ساتھ لیا اور زمین کھودنے کا سامان بھی لیا وہ فرماتے ہیں کہ جب پہاڑ پر پہنچ گئے تو اس درخت کو تلاش کیا۔ مگر کچھ نہ پایا۔ دن گرم ہو گیا اور بھوک و پیاس غالب ہو گئی پھر واپس ہو گئے تھوڑا سا سفر کرنے کے بعد کچھ تھک گئے ایک جگہ پر بیٹھ گئے کہ کچھ آرام کرلیں چنانچہ جب تھوڑا آرام کیا تو ایک طرف نظر جا پڑی ہو بہو وہی نقشہ سامنے آیا جو کہ خواب میں دیکھا تھا۔ اسی وقت زمین کھودنے کا سامان اٹھا کر اس طرف چل پڑے وہاں جا کر زمین کھودنی شروع کی کچھ دیر کھودنے کے بعد ایک دیگچہ نظر آیا اور اس میں کالے رنگ کے پیسے موجود تھے ان پیسوں کو نکالا۔ دوسری مرتبہ پھر کھودنا شروع کیا۔ تو ایسی سخت چیز سامنے آئی کہ اس پر ہمارے وہ اوزار جو زمین کھودنے کیلئے لے گئے کارگر نہ ہوئے ہم بھی تھک گئے اور واپس اپنے گھر آ گئے۔ دوسرے دن پھر ہم نے کچھ سامان اُٹھایا اور کچھ لوگ اپنے ساتھ کئے۔ اور اس پہاڑ کی طرف گئے مگر ہم نے جس قدر بھی کوشش کی نہ تو ہم کو وہ جگہ ملی اور نہ ہم نے اس درخت کو پایا۔ وہ پیسے جو ہمیں دیگچہ میں ملے تھے وہ ایک سُنار کے حوالے کئے (تاکہ اس کے بدلہ میں کچھ رقم دے لیکن کچھ دن بعد) جب اس سُنار سے دریافت کیا تو اس نے کہا کہ وہ بیکار چیز تھی، میں نے اسکو ضائع کر دیا۔ ایسا نہ ہو کہ حکومت وقت کو پتہ چلے۔

اور وہ آپ کو گرفتار کرے چنانچہ ہم خاموش ہو گئے اور سُنار کے احسان کو ماننے لگے۔ اس کے بعد دل میں یہ خیال آیا کہ اس مصیبت کے وقت اگر دوسرے پیروں کے پاس جاکر چندہ کی درخواست کی جائے تو شاید کام بن جائے وہ فرماتے ہیں کہ اس خیال کے مطابق میں چند پیروں کے پاس گیا مگر کچھ بھی نہ ملا۔ آخر کار جناب حاجی محمد عباس رحمتہ اللہ علیہ کے حکم کے مطابق امروٹ شریف گیا۔ اور عشاء کے وقت میں حضرت مولوی تاج محمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مولوی صاحب موصوف نے نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ مجھے خوش آمدید کہا اور ایک خاص خادم کو حکم دیا کہ تم شاہ صاحب کی پوری خدمت کرو اور ان کی تمام ضروریات کا خیال رکھو میں نے اپنے دل میں خیال کیا کہ مولوی صاحب نے میرا حال تو دریافت کیا ہی نہیں (میرا مقصد کس طرح پورا ہوگا) وہ تو میری عزت کرتے ہیں۔ یا تو روٹی دیتے ہیں۔ یہ کیا تماشا ہے۔ مقررہ خادم مجھے کچھ دور لے گیا اور وہاں بٹھا کر میری خدمت میں مصروف ہو گیا۔ میں حیران ہوا۔ اور بہت پریشانی میں مبتلا ہوا ایک گھنٹہ کے بعد مولوی صاحب نے اپنی مجلس سے آواز دے کر فرمایا کہ کیا حاجی صاحب کے پاس روپے نہیں تھے۔ کہ آپ کو میرے پاس بھیج دیا میں کہاں سے روپیہ لاؤں خیر شاہ صاحب آپ روٹی کھالیں۔ اللہ تعالیٰ خیر کرے گا۔ میرے پاس روپیہ کہاں سے آئے مولانا صاحب بار بار اس بات کو دہراتے

تھے کہ حاجی صاحب کے پاس روپے نہیں تھے کہ آپ کو میرے پاس بھیج دیا ہے۔ میں روپے کہاں سے لاؤں۔ جب تیسری رات ہوگئی اور وہی اتفاق سے جمعہ کی رات تھی مولانا صاحب نے فرمایا کہ شاہ صاحب فکر مت کرو۔ ممکن ہے کہ جمعہ کے وقت چندہ کیا جائے یہ سن کر میں بہت خوش ہوا۔ جمعہ نماز کے لئے جس قدر بھی زیادہ لوگ آتے تھے میں بہت خوش ہوتا تھا۔ اور انتظار بھی کر رہا تھا کہ دیکھئے مولانا صاحب کب اعلان فرماتے ہیں۔ مگر مولانا صاحب تقریر کرتے ہوئے بار بار میری طرف دیکھتے تھے اور کچھ مسکرانے کے بعد اپنے سر کو نیچے کر لیتے تھے آخر کار نماز ختم ہوگئی اور سب لوگ رخصت ہوگئے صرف ہم دونوں باقی رہ گئے مولوی صاحب نے فرمایا کہ لوگوں سے چندہ کرتے ہوئے شرم آتی ہے۔ اور فرمایا کہ حاجی صاحب محمد عباس بادشاہ آدمی ہے کہ آپ کو میرے پاس بھیج دیا اس کے بعد مولانا صاحب تاج محمد نے اتنا بھی نہ پوچھا کہ تم کو کس قدر روپوں کی ضرورت ہے۔ بس خادم اتنا فرمایا کہ کل صبح شاہ صاحب کو تانگہ میں بٹھا کر اسٹیشن پہنچاؤ اور اسٹیشن ماسٹر سے کہو کہ وہ شاہ صاحب کی خدمت اچھی طرح کریں یہ سن کر میں سخت مایوس ہوگیا کہ میرا کام پورا نہ ہوا چونکہ مولانا صاحب نے مجھ سے حالات دریافت نہیں کئے اس لئے چندہ بھی نہیں کیا (اللہ تعالیٰ کی شان ہے) میں تہجد کی نماز پڑھ کر مسجد میں بیٹھا ہوا تھا کہ مولانا صاحب موصوف تشریف لائے اور جو لوگ

بیٹھے ہوئے تھے ان پر نظر ڈالی جب انہوں نے مجھے دیکھ لیا تو میرے پاس تشریف لائے اور میری جیب میں کچھ ڈال گئے میں چونکہ زیادہ متفکر تھا اور مایوسی مجھ پر غالب ہوگئی تھی اس لئے میں نے اس طرف خیال ہی نہیں کیا۔ رخصت ہوتے وقت انہوں نے حاجی صاحب کے نام ایک پیغام دیا آخر کار خادم مجھے بہت عزت کیساتھ اسٹیشن لے گیا اور ہم جب اسٹیشن پہنچے تو خیال آیا کہ دیکھوں بھی کہ مولانا صاحب نے میری جیب میں کیا ڈالا تھا جب میں نے دیکھا تو وہ نوٹ تھے اور جب ان کو حساب کیا تو وہ پورے تین سو روپے تھے۔ میں خوش ہوگیا۔ اور ان روپوں کو اپنے مصرف پر پہنچا دیا پھر بہت مدت کے بعد حاجی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حاجی صاحب نے باقی سارے حالات دریافت کئے مگر اس قصہ کو یاد نہیں کیا۔ جب بہت مدت گذری تو حاجی صاحب نے فرمایا کہ مولانا صاحب نے کیا پیغام دیا تھا۔ وہ تم نے کیوں یاد نہیں کیا۔ اب وہ بیان کرو۔ چنانچہ میں نے وہ قصہ بیان کیا۔ اور معافی طلب کی۔ آج کل ان کے صاحبزادہ حضرت مولوی عبدالحاجی عبدالغفور صاحب معروف بہ سائیں بابو جان مروی موجود ہیں جو بہت سی صفات حسنہ کے مالک ہیں۔ اختصار کے ساتھ اتنا کافی ہے۔

(۲) حاجی محمد عوض صاحب گلزاری بھی صاحب ذکر تھے ان کے بہت سے مرید تھے۔ جو ذکر و شغل میں مصروف رہتے تھے میرے والد بزرگوار حضرت محمد عمر جان اکثر اپنے مریدوں کو حاجی صاحب کی

خدمت میں بھیجا کرتے تھے اور حاجی صاحب ان پر خصوصی توجہ فرماتے تھے حاجی صاحب موصوف بڑے اچھے اخلاق کے مالک تھے گرد و نواح کے تمام لوگ ان سے عقیدت رکھتے تھے۔ کرامات اور مکاشفات کے مالک تھے ایک دن ایسا واقعہ ہوا کہ میرے والد بزرگوار جناب محمد عمر جان اور حاجی محمد عوض صاحب مذکور، چند دیگر صوفیوں کے ساتھ، حاجی محمل صاحب کے مزار پر تشریف لے گئے یہ مستی بلوچستان کے ریلوے اسٹیشن سے قریب واقع ہے جب مزار شریف پر تشریف لے گئے۔ تو وہاں دیکھا کہ ایک شخص جس کا نام لعل محمد تھا۔ اپنی گردن میں رسی ڈالے ہوئے ہے اور اپنے آپکو باندھ رکھا ہے۔ ان دونوں بزرگوں نے مراقبہ کیا اور باہر تشریف لائے حاجی صاحب موصوف نے اس شخص سے دریافت کیا کہ تم نے اپنے آپ کو یہاں کیوں باندھ رکھا ہے؟ اس شخص نے جواب دیا کہ میرا بھائی گم ہوا ہے میں نے جس قدر تلاش کیا نہیں ملا۔ اب میں نے یہاں اپنے کو باندھا ہے شاید یہی اس کے ملنے کا ذریعہ بن جائے حاجی صاحب نے فرمایا کہ اپنے آپ کو کھولو اور کل کے دن کو گاڑی کے وقت اسٹیشن پر پہنچ جاؤ تمہارا بھائی اس گاڑی میں آجائے گا۔ وہ شخص لعل محمد دوسرے دن حاجی صاحب کے حکم کے مطابق جب گاڑی کے وقت اسٹیشن پر پہنچا تو اس نے اپنے بھائی کو گاڑی میں آتا ہوا پایا۔ اس سے دریافت کیا کہ تم کہاں سے آرہے ہو۔ اس کے

بھائی نے جواب دیا کہ میں کل کراچی میں تھا میری ایسی حالت ہو گئی کہ میں جس طرف بھی منہ کرتا تھا کوئی شخص مجھے تھپڑ مارتا تھا کسی طرف بھی اس نے نہ چھوڑا۔ البتہ جب میں اسٹیشن کی طرف رُخ کرتا تھا۔ تو پھر کوئی تکلیف نہیں دیتا تھا۔ آخر کار میں مجبور ہو گیا اور کراچی اسٹیشن پر پہنچ گیا اور گاڑی میں سوار ہو کر روانہ ہوا اب وہاں سے آرہا ہوں۔ قصہ مختصر یہ کہ وہ شخص لعل محمد حاجی صاحب کا اس قدر معتقد ہو گیا کہ اس نے تمام عمر حاجی صاحب کی خدمت میں بسر کی۔ اور بستی گلزار میں اس کا انتقال ہو گیا۔ حاجی صاحب کی کرامات اور بھی ہیں مگر فی الحال برائے اختصار ان پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

(۴) آخوند محمد امین صاحب ترخوی نے بھی اپنے زمانے کو ذکر و شغل اوراد میں صرف کیا اور اس کے ساتھ درس بھی دیتے رہتے تھے ان کے بہت مُرید تھے جو ذکر میں مصروف رہتے تھے۔ آس پاس کے تمام لوگ ان کے معتقد تھے۔ ان کا دستر خوان بھی بہت کشادہ تھا۔ بڑے اچھے اخلاق کے مالک تھے۔ بادشاہوں جیسی طبیعت رکھتے تھے۔ فقیر خود اس زمانہ میں موجود تھا۔ جب کہ آخوند صاحب جناب محمد امین ترخوی اس دنیا سے رحلت فرما رہے تھے۔ ان کا ایک صاحبزادہ آغا عبداللہ صاحب ہروی اب بھی موجود ہے۔ جو ان کے نہایت صالح جانشین ہیں۔ ذکر و فکر و اوراد، درس و تدریس میں ان کا وقت زیادہ گذرتا ہے ان کے بھی کافی مرید ہیں۔ اور بہت لوگ ان سے عقیدت رکھتے ہیں۔

اسکا دستر خوان بھی کشادہ ہے۔ اور امیرانہ طبیعت کے مالک ہیں۔

(۵) جناب سید محمد اشرف صاحب کرانوی چشتی یہ صاحب کرانی کے سید خاندان سے ہیں۔ کرانی کے تمام سیدوں کے سردار تھے ان کی مالی حالت بھی اچھی تھی۔ مرید ہونے کے بعد ذکر فکر میں زیادہ وقت گذارتے تھے۔ اور ذکر میں بہت سرگرم رہتے تھے اس لئے تھوڑی مدت میں خلعت خلافت سے سرفراز ہوئے ان کے بہت سے مرید تھے یہ اکثر طالب علموں اور غریبوں کی خدمت کیا کرتے تھے اور یتیموں کی زیادہ خبر گیری فرماتے تھے۔ یتیموں کے لئے کپڑے خرید کر کے سلواتے تھے۔ اور پھر ان میں تقسیم فرمایا کرتے تھے۔ اخلاق حسنہ کے زیور سے آراستہ تھے ان کا دستر خوان بھی کافی کشادہ تھا جوانی میں ان کا انتقال ہوا۔

(۶) جناب ملا احمد صاحب کلی شیخاں والے۔ ہروقت حضرت خواجہ فیض الحق کی خدمت میں مصروف رہا کرتے تھے۔ اکثر اوقات رات کو مزاروں پر جب خواجہ صاحب تشریف لے جایا کرتے تھے۔ تو ان کو خصوصی رفاقت نصیب ہوتی تھی۔ اور رات کو بھی خواجہ صاحب کے ساتھ رہتے تھے۔ ہروقت ذکر و شغل میں مصروف رہتے تھے اور درس بھی دیتے تھے۔ جب ان کا وصال ہوا تو میں اس وقت کم عمر تھا۔ اس لئے ان کے باقی حالات سے پوری طرح واقفیت حاصل نہیں ہوئی۔

(۷) حاجی اللہ بخش بھی ذاکر لسان تھے اور ہروقت ذکر میں مصروف رہتے تھے۔

(۸) خلیفہ در محمد مستونگی تو اپنے جوانی کے زمانے میں بہت سرکش اخلاق حسنہ سے عاری تھے۔ لوگوں کے ساتھ بد خلقی سے پیش آتے تھے۔ لیکن جب خواجہ صاحب کے مرید ہوئے تو تمام برے افعال و اعمال سے توبہ کی اور ذکر و فکر میں مصروف ہو گئے۔ ایک دفعہ ایسا ہوا کہ بھاگ ناڑی میں ایک بستی سے گذر رہے تھے تو ایک گدھے پر سوار تھے ایک شخص ان کے سامنے آیا۔ اور عرض کی کہ میں بھی آپکے طریقہ میں داخل ہوا ہوں اور مرید بن گیا ہوں۔ مگر ابھی تک ذکر جاری نہیں ہوا ہے خلیفہ در محمد صاحب گدھے سے نہیں اترے بلکہ اسی طرح گدھے پر سوار رہے اور اس شخص سے کہا کہ آنکھیں بند کرلو اور اپنے دل کی طرف متوجہ ہو جاؤ اس شخص نے ایسا ہی کیا اس کے بعد خلیفہ صاحب نے اس پر توجہ کی وہ شخص بے ہوش ہو گیا اور بے خود پڑا رہا۔ تقریباً ایک گھنٹہ کے بعد جب ہوش میں آیا۔ تو خلیفہ صاحب کے پیروں پر گر گیا اور ذکر جاری ہو گیا۔ ان کے حالات سے مزید واقفیت حاصل نہیں ہوئی۔ اس لئے اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔

حضرت با برکت والد بزرگوار جناب محمد عمر جان چشموی رحمۃ اللہ علیہ نے علوم ظاہری اپنے والد بزرگوار جناب فیض الحق صاحبؒ اور اپنے بزرگوار چچا صاحب جناب ملا احمد آخوند سے حاصل کئے۔ اور طریقت و سلوک میں خلعت خلافت اپنے والد بزرگوار سے حاصل کی۔ کمی

سال تک درس وتدریس میں مصروف رہے۔ اور علوم ظاہری میں مشغولی کے ساتھ سلوک وطریقت اور علوم باطنی میں بھی زیادہ کمال رکھتے تھے سندھ اور بلوچستان، مکران وایران اور پنجاب میں ان کے بہت مرید تھے۔ یہاں تک کہ افغانستان وعربستان میں بھی ان کے مرید اور معتقد موجود تھے۔ نہایت سادہ اور بے تکلف زندگی بسر کرتے تھے اور نیاز خداوندی میں کمال رکھتے تھے، اکثر حالات کو پوشیدہ رکھتے تھے اگر کبھی خرق عادات کے طور پر کوئی کرامات ظاہری ہو جاتی تو اس کو اسباب ظاہری کے حوالہ فرماتے تھے۔ اور غرور وتکبر اور ہر قسم کی بڑائی سے نفرت کرتے تھے۔ پورے طور پر شاکر وصابر متواضع سخی الطبع تھے حضرت کے بہت سے خلفاء ہیں جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

(۱) حضرت مولوی محمد یوسف صاحب فقیر لانڈھی ضلع کچھی (بولان) بلوچستان

(۲) حضرت مولوی عبداللہ صاحب رتو دیرو سندھ۔

(۳) حضرت مولوی عبداللہ صاحب درخانی وزیر معارف ریاست قلات بلوچستان

(۴) حضرت مولوی عبداللہ صاحب درکھانی سندھ۔

(۵) حضرت مولوی عبداللہ صاحب پنجابی ضلع مظفر گڑھ ملتان۔

(۶) حضرت مولوی خادم حسین صاحب بلوچ سندھ

(۷) حضرت مولوی کریم داد صاحب عالم متبحر استاذ کل قنبر لاڑکانہ سندھ

(۸) حضرت مولوی غلام عمر صاحب عالم وقت بلوچ قنبر لاڑکانہ سندھ

(۹) حضرت مولوی محمد مختار نحوی بلوچ جاگیر لاڑکانہ سندھ۔

(۱۰) حضرت مولوی محمد مبارک صاحب حکیم مدیجی سندھ۔
(۱۱) حضرت مولوی سعد اللہ صاحب عالم خوش بیان وخوش نویس گڑھی خیر محمد کر پٹا لاڑکانہ سندھ۔
(۱۲) حضرت مولوی عطا محمد استاد کل پنھو وسایو سندھ
(۱۳) حضرت مولوی عبد العزیز صاحب قریشی عالم ومدرس جیکب آباد سندھ
(۱۴) حضرت مولوی عبد الرزاق صاحب حکیم عالم وبزرگ بوبک دادو سندھ
(۱۵) حضرت سید دامن شاہ رتو دیرو سندھ۔
(۱۶) حضرت جناب میاں حکیم فیض محمد صاحب میرو خانی سندھ۔
(۱۷) حضرت مولوی عبد الحکیم صاحب عالم ومدرس بنڈ میرخان سندھ۔
(۱۸) حضرت حاجی عبد الرحمٰن صاحب گلزاری۔کوئٹہ بلوچستان
(۱۹) حضرت مولوی رضا محمد صاحب قند هاری۔
(۲۰) حضرت مولوی رضا محمد صاحب سبی دہپال بلوچستان
(۲۱) حضرت خلیفہ عبد الرحمٰن کرتہ بولان بلوچستان
(۲۲) حضرت مولوی محمد حسین صاحب نگران ریاست قلات بلوچستان
(۲۳) حضرت مولوی محمد صدیق صاحب سکران
(۲۴) حضرت میاں سعد اللہ صاحب صدیقی پیرزادہ بھاگ ناڑی بلوچستان
(۲۵) حضرت مولوی نور محمد صاحب گردگاپ بلوچستان
(۲۶) حضرت حاجی میر محمد صاحب محمد شہی سرپائی جس نے ۴۸ حج کئے اور ایک خاص دیندار عاشق رسول تھے۔

(٢٧) حضرت مولوی عبدالکریم صاحب قنبر ٹوڑوی سندھ۔

(٢٨) حضرت مولوی محمد حسن صاحب لاکھا قنبر گوپانگ سندھ

(٢٩) حضرت مولوی عبدالکریم صاحب شکارپور سندھ۔

(٣٠) حضرت جناب آغا عبداللہ جان صاحب بدوی کوئٹہ بلوچستان

(٣١) حضرت مولوی عبداللہ صاحب شجاع آباد ضلع ملتان۔

جناب خواجہ مولانا حضرت محمد عمر جان صاحب کی کرامات کے متعلق میں کیا بیان کروں وہ اس قدر زیادہ ہیں کہ اگر مفصل بیان کئے جائیں۔ تو ایک علیحدہ کتاب کی ضرورت ہے۔ فی الحال کچھ مختصر حالات بیان کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

حضرت صاحب ایک مرتبہ سفر کر رہے تھے، جیکب آباد کے قریب ایک بستی ہے جس کو اوستہ بھلینہ یا بھلینہ آباد کہتے ہیں۔ ظہر کا وقت ہوا تو حضرت نماز ادا کرنے کے لئے مسجد شریف تشریف لے گئے وہاں کے امام صاحب جو منطقی عالم تھے۔ اور اپنے زمانے کے بڑے عالموں میں شمار کئے جاتے تھے اس نے نماز پڑھائی اور حضرت صاحب مقتدیوں کی صف میں تشریف رکھتے تھے جب نماز سے فارغ ہوئے۔ تو بابو اللہ بخش اور بابو نبی بخش صاحبان نے حضرت کو دعوت دی تھی۔ اسلئے حضرت ان کی دعوت پر اسٹیشن کو تشریف لے گئے۔ جب دعوت سے فارغ ہو گئے تو گاڑی میں سوار ہو کر اپنے دولت خانہ چشمہ شریف پہنچ گئے۔ حضرت تو دولت خانہ پہنچ گئے۔ مگر ادھر یہ حالت ہوئی

جس پیش امام مولوی خادم حسین نے نماز پڑھائی تھی۔ ان سے کسی نے کہا کہ آپ کے لئے یہ مناسب نہ تھا کہ اس قدر بزرگ موجود تھے۔ اور آپ نے ان کو نماز پڑھانے کیلئے درخواست نہیں کی۔ مناسب یہ تھا کہ وہ بزرگ نماز پڑھاتے۔ مولوی صاحب نے جواب میں کہا کہ اس طرح کے پیر بہت ہیں۔ میں کسی کی پرواہ نہیں کرتا۔ کہنے کو تو اس نے یہ کلمات کہہ دیئے مگر جب رات ہوگئی تو مولوی صاحب پر عجیب کیفیت اور رقت طاری ہوگئی۔ انہوں نے رونا شروع کیا اور جونہی صبح ہوئی۔ تو حضرت صاحب کی تلاش شروع کی۔ لوگوں نے بتایا کہ حضرت کی دعوت بابو اللہ بخش ونبی بخش کے ہاں اسٹیشن میں تھی۔ وہاں تشریف لے گئے تھے مولوی صاحب ان کے پاس گئے اور حالت یہ تھی کہ مولوی صاحب کانپ رہے تھے۔ اور رونے میں مصروف تھے۔ انہوں نے بتایا کہ حضرت تو اپنے دولت خانہ تشریف لے گئے ہیں۔ مولوی صاحب نے اسی وقت حضرت کی خدمت میں حاضر ہونے کا ارادہ کرلیا۔ چونکہ سخت سردی کا زمانہ تھا اس لئے بابو اللہ بخش نے مولوی صاحب کو سمجھایا۔ کہ کچھ دن صبر کرلو آج کل موسم بھی زیادہ سرد ہے۔ کوئٹہ اسٹیشن سے چشمہ شریف تقریباً آٹھ میل کے فاصلہ پر ہے۔ سواری کا انتظام بھی نہیں ہے۔ اس لئے آپ کو تکلیف ہوگی بہتر ہوگا۔ کچھ دن صبر کرلیں۔ جب موسم اچھا ہوگا۔ میں خود آپ کو حضرت کی خدمت میں پہنچا دوں گا۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ میں ذرا سی دیر کیلئے بھی انتظار نہیں کر سکتا۔ مجھے آرام قلب

حاصل ہوگا کہ جب میں حضرت کی خدمت میں حاضری سے مشرف ہو جاؤں غرضیکہ مولوی صاحب بہت مشقت اور تکلیف برداشت کرنے کے بعد چشمہ شریف پہنچ کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مرید ہو گئے۔ یہاں تک کہ درجہ خلافت حاصل کیا۔ خلیفہ ہو کر کافی ترقی کی اور بہت سے لوگ پھر ان کے مرید ہوئے مگر ان کی زندگی نے ان کے ساتھ وفا نہ کی جلدی ہی انتقال کر گئے اور واصل بحق ہو گئے۔ ایک مرتبہ حضرت صاحب میرو خان میں تشریف فرما تھے۔ جہاں مولوی خوش محمد صاحب کا مدرسہ ہے مولوی صاحب نے عرض کی کہ طالبعلموں کو بہت تکلیف ہے۔ کیونکہ کنویں کا پانی کڑوا ہے۔ تو حضرت نے ایک مٹھی مٹی ذرا دم کر کے اس میں ڈالدی تو بفضل الٰہی چند دن کے بعد وہ کنویں کا پانی بالکل شیریں ہو گیا۔

مولوی عبداللہ صاحب گھوانی مظفر گڑھی پیر کامل کی تلاش میں مارے مارے پھرتے تھے۔ مگر کہیں بھی ان کو کوئی پیر کامل نہیں ملا اس لئے پیروں سے منکر ہو گئے کہ اس زمانہ میں تو کوئی پیر کامل ملتا ہی نہیں۔ مگر اتفاق کی بات ہے کہ یہ مولوی عبداللہ اور مولوی محمد مبارک صاحب کسی زمانہ میں ہم سبق رہ چکے تھے۔ جس زمانے میں مولوی عبداللہ صاحب نے پیر کامل کی تلاش شروع کی۔ اس وقت مولوی مبارک جیکب آباد میں پڑھتے تھے۔ مولوی عبداللہ ان کی ملاقات کے لئے جیکب آباد تشریف لے گئے۔ انہوں نے اپنا قصہ ان سے بیان کیا

کر میں تو پیر کامل کی تلاش میں نکلا تھا مگر کوئی بھی نہیں ملا اب میں تو پیروں سے منکر ہو گیا ہوں۔ یہ سارا سلسلہ پیری مریدی کا غلط خیال کرتا ہوں۔ اس لئے کہ کوئی ملتا ہی نہیں۔ یہ مولوی صاحب عبداللہ بذات خود بڑے تیز فہم اور مناظر آدمی تھے۔ مولوی محمد مبارک صاحب نے ان کو مشورہ دیا کہ تم خواہ مخواہ ادھر اُدھر پھرتے ہو اور پیروں سے انکار کرنے لگے ہو۔ مجھے دیکھو میں حضرت صاحب چشموی کا مرید ہو چکا ہوں آپ ان کی خدمت میں حاضر ہوں۔ ان کے مرید بن جائیں۔ ان سے بیعت کر کے تجربہ کریں۔ آخر کار انہوں نے مولوی عبداللہ کو مجبور کیا اور چشمہ شریف بھیج دیا۔ کہ حضرت صاحب کی خدمت میں حاضری سے مشرف ہو جائے۔

مولوی صاحب نے فرمایا۔ جب میں چشمہ شریف پہنچ گیا۔ اور حضرت صاحب کی خدمت میں حاضری کی سعادت حاصل ہوئی۔ تو حضرت نے دریافت فرمایا کہ کس لئے آئے ہو میں نے بدل ناخواستہ عرض کی کہ مرید ہونے کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ جب عصر کی نماز ادا کی تو اس کے بعد حضرت نے فرمایا کہ آجاؤ میں یونہی بیدلی کے ساتھ آگے بڑھا اور مرید ہو گیا اس کے بعد ساری رات تکلیف میں گذاری۔ میں اپنے آپ کو اور مولوی محمد مبارک کو سخت ملامت کر رہا تھا۔ کہ میں نے ان کے کہنے کی وجہ سے ایسا کیوں کیا۔ رات کو کسی نہ کسی طرح گذار کر جونہی صبح ہو گئی تو کوئٹہ شہر کی طرف روانہ ہوا۔ جب کوئٹہ کے کچھ قریب پہنچ گیا۔ تو دل پر عجیب قسم

کی گہرائی محسوس کی چونکہ میں خود حکیم تو تھا ہی میں نے خیال کیا کہ میں نے پیادہ سفر زیادہ کیا ہے۔ اس کی تھکاوٹ کی وجہ سے دل پر گرانی ہے اگر میں کچھ دیر آرام کروں تو شاید آرام حاصل ہونے سے دل کی گرانی دور ہو جائے۔ جب میں کوئٹہ شہر پہنچا تو میں نے بہت کوشش کی کہ کسی طرح آرام کروں مگر آرام کرنا تو ایک طرف رہا دل میں کچھ اور عجیب قسم کی حرکت پیدا ہوئی۔

اب کوئٹہ میں بھی رہنا دشوار معلوم ہوتا ہے وہاں سے بھاگا۔ اور سیدھا اسٹیشن پہنچا گاڑی میں بیٹھا کہ جیکب آباد جاؤں اور مولوی محمد مبارک کی خبر لوں۔ مگر جب میں گاڑی میں بیٹھ گیا تو رونا شروع ہو گیا۔ روتے ہوئے اور غصہ سے بھرے ہوئے میں جیکب آباد مولوی محمد مبارک کے پاس پہنچا۔ اور ان سے سارا قصہ بیان کیا۔ تو مولوی محمد مبارک نے فرمایا طریقہ نقشبندیہ، اس کا نام ہے کہ اس طریقہ میں آنے کے بعد انسان پر یہ کیفیتیں طاری ہو جاتی ہیں۔ مولوی صاحب کی ان باتوں سے مولوی عبداللہ کو کسی قدر تسلی ہو گئی۔ اور کچھ مدت کے بعد اس حرکت سے خاص قسم کی لذت پیدا ہو گئی۔ اس کے بعد مولوی صاحب ذکر و شغل میں کامل ہو گئے۔ اور درجۂ خلافت کو پہنچ گئے۔ اور جب خلیفہ ہو گئے تو پھر بہت مرید اور معتقد ان کے پیدا ہو گئے اکثر اوقات ذکر و فکر میں مشغول رہتے تھے۔ عام لوگوں سے دور رہتے تھے۔ اور اپنے خاص مریدوں کے ساتھ زیادہ تعلق رکھتے تھے۔ مولوی عبداللہ صاحب

کی عادت ہو گئی تھی۔ کہ جب کبھی حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے تو ننگے پیروں آتے تھے جوتا پاؤں سے احتراماً نکال دیتے تھے۔ اور حضرت کی مجلس میں جب کبھی بیٹھنے کا اتفاق ہوتا تھا تو ایک کنارے پر بیٹھ جایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت صاحب کی طبیعت کچھ ناساز تھی میں نے مولوی عبداللہ صاحب سے کہا کہ حضرت صاحب کا کچھ علاج ہونا چاہئیے۔ اس لئے کہ آپ حکیم ہیں۔ تو انہوں نے جوش میں آکر کہا کہ کون کہتا ہے کہ حضرت صاحب بیمار ہیں حضرت صاحب بیمار نہیں ہیں۔ بلکہ یہ بھی طریقت کا ایک خاص مقام ہے۔ حضرت آپ کے خیال میں بیمار معلوم ہوتے ہیں۔ مگر حقیقت میں حضرت پر کبھی بیماری نہیں آتی۔ مولوی صاحب پھر اس قدر معتقد ہو گئے۔ کہ ان کی باتوں کو ہم نہیں سمجھتے تھے۔ ان کی گفتگو ہمارے عقل سے بالاتر تھی۔ وہ بہت ذکی اور تیز فہم انسان تھے۔ ان کے ساتھ کوئی گفتگو نہیں کر سکتا تھا۔

ایک دفعہ ایسا ہوا کہ حضرت صاحب کچھ بیمار ہوئے۔ اس وقت جیکب آباد شہر میں تھے۔ اور حاجی محمد عمر کے بنگلہ میں مقیم تھے۔ جو خان بہادر شہید اللہ بخش اور خان بہادر حاجی مولا بخش سومرہ کے والد بزرگوار تھے۔ میری عمر اس وقت تقریباً دس سال کی تھی۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ حضرت صاحب اس بیماری کے دوران چارپائی پر آرام کر رہے تھے کہ ایک ہندو جسکا قد لمبا تھا۔ اور سفید ریش تھی اور اسکا نام شیوالا تھا۔ وہ چند سرکاری ملازموں کے ساتھ حاجی محمد عمر کے بنگلہ میں داخل ہوا۔ اور جب اس ہندو

کی نظر حضرت صاحب پر پڑ گئی تو بنگلہ کے برآمدہ میں کچھ دیر کے لئے حیران کھڑا رہا۔ اور اس سرکاری عملہ کے ساتھ واپس ہوا۔ حضرت صاحب نے دریافت فرمایا کہ یہ کون لوگ تھے۔ جو اس طرف آئے اور پھر واپس ہو گئے۔ حاجی محمد عمر نہیں چاہتے تھے کہ حضرت پر یہ بات ظاہر کی جائے۔ اس لئے انہوں نے یوں ہی ٹال دیا۔ البتہ نائب نصر اللہ جو حضرت صاحب کے خاص مریدوں میں سے تھے۔ اور حاجی محمد عمر کے گہرے دوست تھے فارسی زبان میں بہت مہارت رکھتے تھے۔ اس نے حضرت کی خدمت میں عرض کی کہ حضرت یہ ایک ہندو تھا۔ یہ ہندو اور حاجی محمد عمر کسی زمین کے ٹھیکہ میں ایک دوسرے کے شریک تھے اس ٹھیکہ میں کافی نقصان ہوا زمین کے مالک کو اس ہندو نے رقم ادا کی تھی اب وہ ہندو حاجی محمد عمر سے نقصان کے عوض رقم کا مطالبہ کیا کرتا ہے۔ حاجی محمد عمر کے پاس رقم نہیں ہے۔ کہ ادا کر سکے۔ بلکہ مقروض ہے یہ ہندو اس وقت اس بنگلہ کو نیلام کرنے کے لئے آیا تھا۔ یہ نیلام کرکے اس کی رقم سے اپنا نقصان پورا کرے۔ حضرت نے فرمایا کہ پھر واپس کیوں چلے گئے۔ اپنا کام کیوں پورا نہ کیا۔ نائب نصر اللہ نے کہا کہ میں نے ہندو سے دریافت کیا تو اس نے بتایا کہ جب میں اس بنگلہ میں داخل ہوا تو میری نظر اس بزرگ پر پڑ گئی پھر مجھے نیلام کرنے کی جرأت نہ ہوئی بلکہ مجھ پر ایک عجیب قسم کا خوف طاری ہوا۔ پھر حضرت صاحب نے دریافت فرمایا کہ نقصان کیوں ہوا۔ نائب نصر اللہ نے عرض

کی کہ حضرت زمین بلندی پر واقع ہے۔ وہاں پانی صحیح طریقے سے نہیں پہنچتا ہے اس لئے زمین آباد نہیں ہوتی۔ حضرت صاحب نے ارشاد فرمایا کہ حاجی محمد عمر کو چاہیئے کہ اس زمین کو دوبارہ ٹھیکہ پر لے لے۔ اگر اللہ نے چاہا تو یہ زمین آباد ہو جائے گی۔ اب اس کو چاہئے کہ ہندو کے لئے کہیں سے روپیہ مہیا کرے اور اس کو دے دے۔ چنانچہ حاجی محمد عمر نے ایسا ہی کیا۔ اور اللہ کی شان اگلے سال زمین اس قدر آباد ہو گئی۔ اس سے ہزاروں روپے کی آمدنی ہو گئی۔ قرضہ کی ادائیگی تو ایک طرف، حاجی محمد عمر کو اس زمین کے ذریعے اللہ نے اتنا مال دیا کہ اس نے زمینوں کو خریدنا شروع کیا۔ کئی سال تک وہ ٹھیکہ چلتا رہا۔ یہاں تک کہ حاجی محمد عمر بہت بڑا زمیندار بن گیا اس نے ہزاروں ایکڑ زمین خریدی اور سندھ کے بڑے اور مشہور زمینداروں سے بن گیا۔

میں نے خان بہادر حاجی مولا بخش سومرو کی زبان سے سنا ہے اس نے کہا کہ مجھے اور میرے بڑے بھائی خان بہادر شہید اللہ بخش مرحوم کو حضرت صاحب نے اپنے منہ مبارک کا لعاب دیا۔ اور اس لعاب دہن کی اس قدر برکت ہوئی۔ کہ باوجود اس کے شہید اللہ بخش مرحوم نے صرف سات جماعت تک انگریزی کی تعلیم حاصل کی تھی لیکن تمام دنیا میں یہ بات مسلم تھی۔ کہ جب خان بہادر اللہ بخش شہید ہوا۔ تو یہاں کے لوگ بجائے خود غیر مذہب کے لوگ اور امریکہ و روس بھی ان کی شہادت پر دست بدندان افسوس کر رہے تھے اور خود حاجی صاحب

خان بہادر مولابخش کی تعلیم اتنی ہے کہ صرف میٹرک تک پہنچ گئے تھے معلوم نہیں کہ اس میں پاس ہیں یا فیل، لیکن جس زبان میں بھی گفتگو کرتے ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ اس کی مادری زبان ہے۔ اور فارسی زبان میں اس طرح بات چیت کرتے ہیں۔ اور اس قدر تجربہ اور مہارت رکھتے ہیں۔ کہ فارسی دانوں سے کسی طرح بھی کم نہیں ہیں۔

حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں دیوبند کے علماء اور مدرسوں اور طالبعلموں نے ان کو تقریر کرنے کے لئے مجبور کیا۔ آخر کار حاجی صاحب ان تمام علماء اور مدرسوں اور طلباء کی مجلس میں کھڑے ہو گئے اور اس قدر فصیح و بلیغ تقریر کی۔ کہ سب حاضرین حیران ہو گئے۔ یہ سب حضرت صاحب کی دعا کے برکت کا ثمر خیال کرتے ہیں۔ حاجی صاحب مذکور نے ایک اور قصہ بیان کیا۔ جس کا راوی مولوی عبدالعزیز صاحب ہے۔ جو کہ بانڈ قبہ رتودیرو سندھ کے ہیں۔ حاجی صاحب نے کہا کہ مجھے مولوی عبدالعزیز نے بتایا کہ حضرت صاحب کی وفات کے وقت شکارپور میں موجود تھا اور حضرت کو غسل دینے میں شریک تھا۔ جب غسل کی تکمیل ہو گئی تو حضرت صاحب کے بدن سے اس قدر خوشبو آنے لگی۔ کہ میں حیران رہ گیا۔ مجھے خیال ہوا کہ یہ صابن کی خوشبو ہے اس لئے میں نے پانی اور استعمال کیا اور خوب کوشش کی لیکن وہ خوشبو صابن کی نہ تھی۔ بلکہ جوں جوں وقت گذرتا تھا خوشبو اور زیادہ ہوتی جاتی تھی۔ حضرت صاحب کی بڑی کرامت یہ تھی

کہ بہت سے لوگ ان کے ذریعے زندہ دل ہو گئے۔ اور ذکر و شغل میں مصروف ہو گئے۔

حضرت صاحب کے بعض مرید تو ایسے تھے جن کی حرکت قلبی مرنے کے بعد بھی زندوں کی طرح چلتی رہی تھی۔ ان میں سے ایک مولوی عبدالواحد مری تھے اور دوسرے حاجی عبدالقدوس ہدوی تھے۔

میں نے ایک دفعہ حاجی مولابخش کی زبان سے سنا کہ جس زمانہ میں حضرت صاحب بیمار تھے۔ تو کشن چند نامی ڈاکٹر جو لوگوں میں زیادہ ماہر اور تجربہ کار مشہور تھا۔ حضرت صاحب کا علاج کیا کرتا تھا۔ اس نے بیان کیا کہ ڈاکٹری اصول کے مطابق تو حضرت صاحب وفات کر گئے ہیں۔ لیکن باوجود اس کی وفات کے بعد تین دن رات تک اللہ کی قدرت سے زندوں کی طرح رہے۔ میں نے بہت کوشش کی کہ اس راز کو معلوم کروں لیکن میری سمجھ میں نہ آیا۔ کہ بظاہر زندگی کے آثار کچھ نہیں لیکن پھر بھی زندہ ہیں۔

اور یہ بھی حاجی مولابخش نے بیان کیا کہ میں اپنے والد ماجد حاجی محمد عمر صاحب مرحوم کو علاج کے لئے بمبئی لے گیا تھا۔ دوران علاج میں والد صاحب اس دارِ الفناء سے دار البقا کو چل بسے۔ اور ان کو وہیں دفن کیا گیا۔ تو میں نے دائمی آمد و رفت اور یادداشت کے لئے والد صاحب کے مزار اور قبرستان کا نقشہ لے لیا۔ اس کے علاوہ والد صاحب کے مزار کی حفاظت کے لئے ایک آدمی کو بھی مقرر کیا تاکہ

بوقت ضرورت وہاں جب کر درود و فاتحہ پڑھنے کو مزار کی شناخت میں دقت نہ ہو۔ پھر ایک سال کے گذرنے کے بعد میں اور حضرت صاحب جناب خواجہ محمد عمر جان بمع چند صوفیاءٔ بمبئی کو روانہ ہو گئے۔ تو جب ہم قبرستان پہنچ گئے تو میں نے متقرر کردہ نگران آدمی کی دریافت کی تو ذرائع سے معلوم ہوا کہ وہ شخص بھی رحلت کر چکا ہے۔ لہٰذا میں از حد زیادہ متحیر ہوا کیونکہ نقشہ مذکورہ بھی شکار پور میں اپنے گھر بھول چکا تھا۔ تھوڑے ہی وقفہ بعد حضرت صاحب نے مجھے والد صاحب کی صحیح قبر پر لے جا کر فرمایا۔ یہ ہے۔ پھر میں اطمینان سے درود و فاتحہ پڑھ کر والد مرحوم کی قبر مبارک کی زیارت سے مشرف ہوا۔

یہ بھی حاجی صاحب نے بیان کیا کہ ایک دفعہ حضرت صاحب کو سخت بخار ہوا۔ لطف علی منگسی جو حضرت صاحب کا ایک خاص مرید تھا۔ وہ حضرت صاحب کی خدمت ہوا۔ تو حضرت صاحب کی حالت بہت پریشان ہوئی یونہی گاڑی میں سوار ہو کر سیہون شریف چلے گئے اور حضرت میاں نصر الدین صاحب کی خدمت میں جا پہنچے جو بڑے متقی اور بزرگِ کامل حکیم حاذق تھے۔ جب ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو رات کے دو بجے تھے۔ ان کو عرض کی کہ حضرت صاحب چشموی سخت بیمار ہیں۔ دوائی دیدیں۔ حضرت میاں صاحب اپنے سر کو نیچے کر کے تھوڑی دیر بعد فرمایا جاؤ حضرت صاحب تندرست ہیں۔ لایزال کی قدرت ہے اسی رات حضرت کو ۱۲ بجے پسینہ آیا اور بخار بالکل ختم

ہو گیا۔ جب صوفی مذکور لطف علی واپس آئے تو حضرت صاحب اپنے مہمان خانہ میں تندرست بیٹھے تھے۔ اور میاں صاحب فرماتے تھے کہ حضرت صاحب چشمۂ گمراہوں کا راہنما ہے

اور یہ بھی حاجی صاحب نے قصہ بیان کیا کہ ایک دفعہ حضرت صاحب حیدر آباد سندھ تشریف لے گئے۔ واپس آتے ہوئے سیہون شریف تشریف لے گئے۔ تو مغرب کی نماز کے بعد وہاں پہنچ گئے۔ اور حضرت میاں نصر الدین صاحب کا ایک حجرہ تھا۔ رات اُس میں گذاری تو علی الصباح واپس جانیکا ارادہ ہوا تو میاں نصر الدین صاحب نے اپنے صاحبزادے میاں فخر الدین صاحب کو حضرت صاحب کی خدمت میں روانہ کیا اور کہا کہ جاؤ حضرت صاحب سے اپنے لئے بھی دعا منگواؤ اور میرے لئے بھی، میں معذور ہوں آ نہیں سکتا ہوں اور میاں صاحب کی ترغیب کی وجہ سے بہت لوگ حضرت صاحب کے مرید ہو گئے اور فیوض ربانی سے لبالب ہو گئے۔

مولوی محمد عظیم صاحب (حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی چند کرامات کا ذکر کرتے ہیں۔ کہ زمانہ طالب العلمی سے، زمانہ تدریس کے تقریباً چھ سال تک میں حضرت صاحب کی خدمت میں مریدی کے لئے عرض کرتا رہا۔ تو آپ یہی جواب فرماتے تھے۔ کہ میں اب تک آپ کو مرید بنانے کا مامور نہیں ہوں۔ جب علوم ظاہری کی تکمیل کر کے آجاؤ۔ ایک دن حضرت صاحب گڑھی خیر محمد کرتیہ تشریف لائے۔

تو میں اپنے چند طلباء کے ساتھ حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو فرمانے لگے کہ ابھی آپ کو مرید بنانے کا مامور ہوں کل صبح آکر بیعت کرو تو میں نے عرض کی کہ حضور آپ کے سلسلہ عالیہ میں نماز تہجد شرط ہے میں مدرس ہوں۔ رات کو دیر تک مطالعہ میں مصروف رہتا ہوں۔ تہجد کے لئے بیدار نہیں ہو سکتا ہوں۔ فرمانے لگے کہ تہجد کے لئے ضرور بیدار رہنا ہو گا۔ بہر حال جب دست بیعت کا شرف حاصل ہوا تو تہجد کا وقت آتے ہی حضرت صاحب کی آواز آتی تھی کہ (اے غیر تہجد بخواں) آج تک بھی یہی حالت ہے۔ دوسری کرامت یہ ہے کہ میری تیسری شادی سے میرے گھر لڑکی پیدا ہوئی۔ حضرت صاحب کو ہم نے دعوت دے دی جب حضرت صاحب تشریف لائے تو میری بیوی نے لڑکی حضرت صاحب کی گود میں ڈال دی اور کہنے لگی کہ مولوی صاحب کو نرینہ اولاد نہیں ہوتی ہے تو اس لڑکی کو میں کیا کروں گی۔ تو حضرت صاحب نے مراقبہ کر کے فرمایا میں تجھے اولاد نرینہ سیاہ فام دلا دیتا ہوں جس کا رنگ اپنے دوسرے بھائیوں سے الگ ہو گا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ان کی دعا قبول فرمائی اور جب لڑکا پیدا ہو تو اسکا نام والد بزرگوار حضرت فیض الحق جان کے اسم سے موسوم کرنا۔ اور (یا معین) کا وظیفہ حالت حمل میں پڑھا کرو ہر نماز کے بعد۔ پھر رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت صاحب ایک مُشکی یعنی سیاہ فام گھوڑا لایا اور فرمایا کہ یہی آپ کا مُشکی گھوڑا ہے۔ تو میں نے عرض کی کہ حضرت مجھے فرزند چاہیئے

گھوڑا کیا کروں۔ تو آپ نے فرمایا کہ یہی تو آپ کا فرزند فیض الحق
ہے۔ اللہ کے فضل سے کچھ مدت کے بعد اسی رنگ کا لڑکا پیدا
ہوا ابھی فیض الحق کی بجائے لوگ مولانا کہہ کر پکارتے ہیں۔ وہ لڑکا
بھی یہی کہتا ہے کہ میں حضرت صاحب کا ہوں۔ اور حضرت صاحب جیسا ہیں
ایک رات حضرت صاحب شہر لاکھ کے قریب حاجی مغل لاکھ
کی دعوت پر تشریف رکھتے تھے۔ تو میرا ایک دوست آیا۔ اور کہا کہ
میرے ساتھ چلو میں حضرت صاحب کا مرید ہونا چاہتا ہوں۔ ہم تانگہ
لے کر روانہ ہوئے تو راستہ میں تانگہ الٹ گیا۔ اور رات بھی اندھیری تھی
ہمیں بھی سخت چوٹیں آئیں۔ اتنی طاقت نہ تھی کہ تانگہ کو سیدھا کر سکیں۔
اچانک ایک بتی نظر آئی تو کیا دیکھتے ہیں۔ کہ چند آدمی آرہے ہیں ان
لوگوں نے آکر ہمیں اٹھایا۔ اور تانگہ بھی سیدھا کیا۔ اور کہنے لگے کہ حضرت
صاحب نے ہمیں بھیجا ہے۔ کہ جاؤ فلاں مولوی صاحب اور اس کے ساتھی
کا تانگہ الٹ گیا ہے ان کو اٹھا کر لاؤ۔ جب حضرت صاحب کی خدمت
میں پہنچے تو آپ نے فرمایا کہ آپ کو بہت تکلیف ہوئی اور ہمارے لئے
روٹی کا انتظام پہلے ہی سے کیا گیا تھا۔ پھر ہم نے روٹی کھائی اس کے
بعد مجھے اپنے کمرے میں بلایا اور کہا کہ یہ میری اور آپ کی آخری ملاقات
ہے اس کے بعد مجھے دنیا میں نہیں دیکھو گے۔ پھر میں رونے لگا۔ اور
قصہ کی حقیقت دریافت کی تو فرمایا اس سال رمضان المبارک کی
پہلی تاریخ کو حضرت والد بزرگوار مولانا فیض الحق صاحب تشریف لائے

اور ستائیس تاریخ تک مجھے مثنوی شریف پڑھائی پھر جلسہ ہوا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ملائکہ بھی آ گئے پھر ملائکہ رقص کرتے ہوئے یوں کہتے تھے (زنور محمد محمد عمر) اور کہتے تھے واہ واہ جب جشن ختم ہوا تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نورانی چادر مجھ پر ڈال دی اور فرمایا کہ یہی چادر قیومی ہے آپ قیوم زمان ہو اور سارے اولیاؤں کے امیر ہو۔ اور ملائکوں نے مبارکباد کہی اور حضرت والد صاحب نے فرمایا یہی آخری منزل ہے۔ ولایت کی۔ تو میں نے سمجھ لیا کہ میری زندگی ختم ہونیوالی ہے پھر فرمایا کہ مولوی محمد عظیم تم میرے راز دار ہو۔ میں نے یہ راز اپنی اولاد سے بھی نہیں کہا۔ جب میں بہت رویا تو فرمانے لگے کہ دنیا و آخرت میں، میں آپکے ساتھ ہوں۔ خدا قسم جب بھی کوئی مشکل مجھے یا میرے اہل وعیال کو درپیش ہوتی تو تو حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ تم خوش رہو میں نے تمہاری یہ مشکل اللہ تعالیٰ سے معاف کرائی ہے تو مشکل حل ہو جاتی ہے حضرت صاحب کا روح مبارک ہمیشہ میرے ساتھ رہتا ہے ان شاء اللہ تعالیٰ قیامت تک رہے گا۔ جب آپ نے وعدہ فرمایا ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کیف مد الظل نقش اولیاء ست

کو دلیل نور خورشید خداست

الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ علیٰ رسولہ

سیدنا محمد و آلہ واصحابہ اجمعین

امابعد کہتا ہے بندہ جہول مولوی غلام رسول بن مولوی جان محمد لطف اللہ بہما فی الشدۃ سکنہ بٹیرو چانڈیہ حال مقیم لاڑکانہ سندھ کہ یہ حقیر ابتدائے جوانی میں والد صاحب کی ترغیب پر سلطان الاولیا مظہر نور خدا الشیخ الاسلام والمسلمین حضرت خواجۂ خواجگان خواجہ محمد عمر جان قدس سرہٗ مجددی نقشبندی مظہری کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ اور ان کے طریقہ میں داخل ہوا (یعنی) ان کے ہاتھ پر بیعت کی پچیس سال بلکہ زائد عرصہ میں وقتاً فوقتاً حاضر خدمت ہوتا رہا۔ اور ان کے ارشادات وعنایات سے مستفید ہوتا رہا۔ الحمد للہ اُس وقت احقر کا شغل و مشغلہ بٹیرو چانڈیہ میں تعلیم و تدریس علم دین کا تھا۔ حضرت صاحب سالانہ بٹیرو چانڈیہ میں احقر اور دوسرے احباب طریقت کی دعوت پر تشریف لاتے تھے۔ مدرسہ اور طلباء کرام کے معاملہ سے نہایت خوشی کا اظہار

فرماتے تھے۔ اور ہمارے حق میں دعا فرماتے تھے اور اخر سال میں ایک دفعہ آپ کی زیارت سے چشمہ وکرانی (کوئٹہ) میں مشرف ہوتا تھا۔ جب حضرت صاحب سردی کے زمانہ میں شکارپور سندھ اقامت اختیار فرماتے تو ہماری ملاقات اور زیارت کا میدان اور بھی وسیع ہو جاتا۔ فی الحال بعض احباب طریقت کے ایما پر حضرت صاحب کے کریمانہ اخلاق و مربیانہ احوال و ملفوظات شریفہ و کرامات و خرق عادات کے سلسلہ میں چند اوراق بطور نمونہ پیش کرتا ہوں۔ تاکہ احباب و طالبان طریقت کی محبت و رغبت کی زیادتی کا باعث ہو اور آپ کے حق میں گہری محبت کا سبب ہو بناءً علیٰ ذالک احباب کی استدعا پر آپ کے ملفوظات و حالات اور عبادات و توجہ تلقین کے بارے میں چند سطور ہدیہ مناظرین معتقدین کیا جا رہا ہے اس بارے میں چند واقعات پر اختصاراً اکتفا کر رہا ہوں۔ اس لئے کہ قلیل واقعات و حالات کثیر اظہر زیادتی پر دلالت کرتے ہیں۔ اور پانی کے چند قطرات سے اس کی کثرت اور گہرائی پر رسائی ہو سکتی ہے معقول ہے کہ (مشت نمونہ خروار)

جاننا چاہیئے کہ حضرت صاحب قدس سرہٗ کے وجود مسعود اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی تھی۔ اور اللہ تعالیٰ کی رحمتوں میں سے ایک رحمت تھی۔ حسن سیرت و حسن صورت آپ کے وجود مبارک میں اعلیٰ درجہ اتمام جمع اور موجود تھے۔ گویا کہ آپ تمام محاسن و محامد

اور پاکیزہ اخلاق کے پیکر تھے۔ آپ نے والد ماجد یعنی شیر الطریقہ صاحب المعرفت حامل لواء الولایۃ المحمدیہ یعنی حضرت خواجہ فیض الحق جان قدس سرہ کی تربیت اور تعلیم نیز اپنی فطری صحیح استعداد کی بدولت آپ اونچے درجات اور بلند مقامات پر فائز ہو چکے تھے آپ کا ظاہر شریعت مقدسہ اور باطن اللہ تعالیٰ کی محبت اور عشق سے مزین اور آراستہ تھا۔ بال برابر آپ شریعت مقدسہ سے باہر قدم نہیں رکھتے تھے اور خلاف شریعت بھی آپ سے کوئی کام صادر نہیں ہوا۔ اور کبھی آپ کی زبان سے بڑائی اور فخر کے کلمات نہیں نکلے آپ ہر حال میں متواضع نظر آتے تھے۔ آپ کے احوال ہمیشہ استقامت واعتدال پر قائم تھے۔ شریعت پر عمل کرنا آپ کی فطری جبلت تھا بلا تکلف آپ شریعت مقدسہ کے احکام پر عمل کرتے تھے۔ تمام احوال میں شریعت پر چلنا آپ کا شیوہ و دستور تھا۔ (شعر۔ در کف جام شریعت در کف سندان عشق، ہر ہوسناکے نداند جام سندان باختن) حضرت صاحب نے تعلیم طریقہ کی اجازت آپنے والد ماجد سے حاصل کی اور کبھی کبھی شیخ کامل حضرت خواجہ روح اللہ پشنگی کی خدمت میں بھی فیوض وبرکات کے لئے حاضر ہوتے تھے حضرت خواجہ فیض الحق رحمۃ اللہ علیہ (جو صاحب قوت وجذبہ اور صاحب کشف تھے۔ آپکے حق میں بہت سی بشارت وخوشخبری بیان فرماتے تھے۔ اجازت دینے کے بعد حضرت خواجہ فیض الحق قدس سرہ نے اپنے تمام خلفا کو۔ ہر ایک

ان میں سے ولی کامل عارف تھے۔ ان کے سپرد کیا۔ اور حضرت صاحب کے حلقہ میں بٹھا دیا۔ میرا والد ماجد مولوی جان محمد مرحوم بیان کرتے تھے۔ کہ ایک دفعہ ہم حاجی محمد عوض صاحب گلزاری کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے۔ (جو خواجہ مولانا فیض الحق جان کے خلفا میں سے تھے) آپ نے فرمایا کہ تیس سال کے عرصہ سے خواجہ صاحب نے مجھے خلعت خلافت سے نوازا ہے لیکن ان کے ادب و احترام کی وجہ سے آج تک میں نے ایک مرید نہیں بنایا۔ ہر وقت میں حضرت صاحب کی عقیدت مند مریدوں کی خدمت کر رہا ہوں۔

حضرت صاحب قدس سرہٗ اپنے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد ارشاد و تلقین القاء ذکر و فکر میں متوجہ ہو گئے ایک قلیل عرصہ میں ان کی شہرت عام ہو گئی۔ ملک کے اطراف و جوانب میں ان کا چرچہ و تذکرہ جاری ہوا۔ ہر طرف سے لوگ جوق در جوق اخذ فیوض و برکات کے لئے آنے لگے۔ اور طریقہ میں داخل ہونے کی سعادت سے مشرف ہوئے۔ خصوصاً علما کرام (کثرہم اللہ تعالیٰ) شعر۔ ہر کجا چشمۂ بود شیریں ۔ مردم و مرغ مور گرد آیند) ترجمہ جہاں ایک میٹھا اور شیریں چشمہ ہو گا۔ وہاں انسان پرندے و تمام جانور فائدہ اٹھانے کیلئے جمع ہو جائیں گے۔ حضرت صاحب علم کے بڑے دلدادہ اور قدردان تھے علم کا انہیں بڑا شوق تھا

وہ علماء کرام کی بہت عزت کرتے تھے۔ یہی تو وجہ ہے کہ انہوں نے اپنی تمام اولاد کو علم کے راستہ میں روانہ فرما کر ان کی تعلیم میں نہایت زیادہ کوشش فرمائی خود بھی ان کو پڑھایا۔ اور ملک علماء کرام کی صحبت میں ان کو روانہ کیا۔ اس پر بس نہیں مزید تعلیم دیں و سند حدیث شریف کے لئے ان کو ہندوستان کے بڑے بڑے مدارس میں تعلیم کے لئے بھیج دیا ان کے صاحبزادوں کو علم فلسفہ و ریاضی میں کافی دسترس و یدِ طولیٰ حاصل رہا ہے۔ آپ کی اولاد میں سے خلیفہ صادق الخلافہ حضرت خواجہ آغا عبدالحیٔ جان چشتوی مدظلہٗ بڑے عالم ذہین دانشمند مقرر صاحب تحریر ہیں علم صرف نحو اشتقاق فقہ و حدیث و تفسیر و باقی علوم عقلیہ و نقلیہ میں آپ لاثانی عالم مانے جاتے ہیں مگر وہ اپنے والد بزرگوار قدس سرہٗ کی وفات کے بعد والد ماجد کے ارشاد کے مطابق تلقین و ارشاد اولقاء ذکر فکر میں مشغول ہو کر طالبان تصوف اور شائقین طریقت کو اپنے خداداد چشمہ فیض سے سیراب کر رہے ہیں مزید ان کو علم ظاہر کے پھیلانے کا وقت نہیں رہتا ہے حضرت صاحب قدس سرہٗ کی کرامات میں سے کیا بیان کیا جائے سب سے بڑی کرامت و ولایت یہی ہے کہ تمام دنیا آپ کے فیوض و برکات اور آپ کی اولاد کے فیض سے بہرہ مند ہو رہی ہے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ مولوی عطا محمد صاحب مُہر ساکن شہر محمد علی مُہر ضلع لاڑکانہ سندھ حضرت صاحب کی خدمت اقدس میں تحصیل ذکر کیلئے

چشمہ شریف میں حاضر ہوئے۔ حضرت صاحب نے بحسب معمول ان کے دل میں ذکر القا فرمایا مگر مولانا صاحب کو محسوس نہیں ہوا۔ مولانا صاحب پریشان مغموم بیٹھے ہوئے تھے۔ اچانک حضرت صاحب سے باہر آ گئے نظر کیمیا اثر کے پڑتے ہی مولانا صاحب کے دل میں ذکر جوش مارنے لگا۔ اور پریشانی دور ہوئی۔

مولانا صاحب مذکور بیان کرتے تھے کہ مجھ پر ایسی کیفیت طاری ہو گئی کہ گویا سخت زمین سے چشمہ جاری ہونے لگا۔ بیداری و خواب میں ذکر جاری رہا۔ چند ماہ کے بعد قبض رونما ہوا۔ گھر سے خط لکھا حضرت صاحب قدس سرہ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ فلاں روز عصر کے بعد مراقبہ کرو۔ میں توجہ کروں گا ان شاء اللہ ذکر جاری ہوگا۔ چنانچہ حسب ارشاد مراقبہ کے بعد ذکر جاری ہوا۔ جو آج تک مسلسل جاری ہے کبھی بند نہیں ہوا۔ حالانکہ بہت مدت گذر چکی ہے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ مولوی عطا محمد صاحب کے شہر سے ایک زمیندار ذکر فکر لینے کے لئے حاضر خدمت ہوا۔ حضرت صاحب کے ساتھ راستے میں اسکی ملاقات ہوئی حضرت صاحب سواری پر تشریف فرما تھے ہاتھ میں چابک تھی زمیندار سے کہا ٹھہرو سواری کی حالت میں چابک رکھنا ہی تھا۔ کہ ذکر و فکر زمیندار کے دل میں پورے جوش سے جاری ہوا یہاں تک کہ وہ شخص اللہ تعالیٰ کے ذاکرین کے گروہ میں داخل ہوا اس کا نام محمد علی تھا جو نذر محمد کا والد تھا۔

نواب علیمی خان چانڈیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت صاحب کی شہرت سنی اور علمائے کرام کو جوق در جوق سلسلہ طریقت میں داخل ہوتے دیکھا۔ تو ارادہ ہوا کہ اس بزرگ کی میں دعوت کروں اس وقت میری حالت بہت خراب تھی۔ رات دن میں شراب نوشی و بدکاری میں رہتا تھا۔ نہ مجھے خدا کی خبر تھی نہ رسول اکرم کی نہ مجھے یہ علم تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں آخر کس چیز کے لئے پیدا فرمایا ہے آخر دعوت کی منظوری ہوگئی اور حضرت صاحب قدس سرہ بہ نفس نفیس تشریف لائے ان کے مبارک چہرہ کو دیکھکر میرے دل میں رغبت و خوف نہایت شدت کے ساتھ پیدا ہوا۔ حضرت صاحب نے نماز کے لئے امر فرمایا اور ترک شراب کا بھی حکم دیا۔ جب رخصت کے لئے حاضر ہوا۔ تو آپ نے بغل میں سینہ کیسا تھ سینہ لگا کر مجھے ذرا زور دیا مجرد زور دینے سے میرے دل میں ذکر جاری ہوا۔ میرے دل نے خود بخود اللہ اللہ کا نعرہ لگانا شروع کر دیا شوق و لذت و ذوق عظیم دل میں پیدا ہوا۔ خواب میں اپنے آپ کو پرندوں کی طرح اڑتے ہوئے پایا تھا۔ اور یہی تصور ہوتا تھا کہ میں ہوا میں اڑ رہا ہوں۔ اور اس دور میں نہایت عجیب و غریب خواب دیکھتا تھا یہ کیفیت کافی جاری رہی اور دل دنیا کی لذات محبت سے بیزار ہوا شراب و بدکاری دوسرے لغویات لہو لعب سب چھوڑ دیا رات دن اللہ تعالیٰ کے نام گرامی کو یاد کر رہا تھا۔ روزانہ عصر کے بعد خلاصہ تنہائی میں بیٹھ کر مراقبہ کرتا رہا اور آخرت کے اندیشہ و فکر

میں لگا رہتا تھا۔ گذشتہ ایام پر ندامت پشیمانی کا اظہار کرتا تھا۔ سبحان اللہ نہ مراقبہ ہوا نہ مجاہدہ ایک نظر کے ساتھ نواب صاحب کا کام سرانجام ہوا اور کشتی پار ہوئی۔

ایک بار بہار کا موسم تھا میں کاتب الحروف اور حاجی محمد عرس چانڈیہ کراڑی میں حاضر خدمت ہوا۔ اس وقت آپ کراڑی میں مقیم تھے ایک دن نماز ظہر کے بعد مسجد میں آپ نے مراقبہ فرمایا مراقبہ میں فقط میں اور حاجی محمد عرس صاحب موجود تھے مسجد شریف کی چھت لکڑی کے تختوں سے بند تھی مراقبہ میں توجہ نے کافی زور پکڑا یہاں تک کہ میں دو تین دفعہ تاب نہ لا کر گر گیا۔ حاجی محمد عرس بیٹھے ہوئے تھے۔ نہ ہلتے تھے نہ ان کے اعضاء پر جنبش وغیرہ کا اثر تھا۔ اس درمیان میں مسجد کی چھت سے ایک بہت سخت آواز آئی ہمارا خیال ہوا کہ شاید چھت کے تختے ایک دوسرے سے الگ ہو کر گر جائیں گے۔ یہاں تک کہ میں نے مسجد سے باہر جانیکا ارادہ کیا اسی اثنا میں حضرت صاحب قدس سرہ نے مراقبہ کھول دیا اور فرمایا کہ خیر ہے شہر والے اس آواز کو سن کر سب مسجد کے سامنے جمع ہو گئے۔ تو حضرت صاحب قدس اللہ سرہ نے تبسم فرما کر ارشاد فرمایا دیکھو سلامت ہے۔

ایک اور عجیب واقعہ بیان کیا جاتا ہے نواب غیبی خان و نواب قیصر خان کے درمیان نزاع ہوا قوم چانڈیہ و قوم مگسی نے ایک دوسرے پر حملہ کیا۔ چند افراد ہلاک ہو گئے۔ ایک دوسرے کی عورتوں

کو اغوا کر کے زبردستی لے گئے۔ بڑا جھگڑا ہوا۔ اور فساد حد سے بڑھ گیا۔ حکومت نے نواب غیبی خان چانڈیہ پر غصہ و غصہ کیا اور اسے ملامت کیا۔ کہ ابتداء فساد کا آپ کی قوم نے کیا ہے۔ شاہی جرگہ مقرر ہوا۔ قیصر خان بڑا ہوشیار اور چالاک آدمی تھا۔ پولیٹیکل ایجنٹ بلوچستان نواب قیصر خان کے حق میں تھے۔ نواب غیبی خان معاملہ کو خطرناک دیکھ کر ڈر گیا کہیں میری جاگیر جائیداد ضبط نہ ہو جائے۔ اور مجھے ملک سے جلاوطن نہ کیا جائے۔ تو غیبی خان حضرت صاحب قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہو کر التجا کی کہ میرے حق میں آپ دعا کریں۔ اور شیر محمد رند شوران والے کے ذریعے نواب غیبی خان نے لاڑکانہ میں جناب حضرت صاحب قدس سرہٗ کو دعوت دے دی۔ جب آپ تشریف لائے تو نواب غیبی خان نے مصلحت اور راضی نامہ کا سوال اٹھایا۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ نواب قیصر خان کا ہمارے ساتھ کوئی تعارف و رابطہ و شناخت نہیں۔ آخر کس طرح مصلحت کی جائے۔ قیصر خان کا صاحبزادہ گل محمد نے کہا کہ میں آپ کے لئے اپنے شہر میں دعوت کا انتظام کروں گا۔ جب آپ تشریف لائیں گے تو قیصر خان ملاقات کے لئے حاضر ہوگا پھر آپ اُن کے سامنے یہ سوال مصلحت کا اٹھائیں۔ معاملہ اسی طرح ہوا کہ حضرت صاحب تشریف لے گئے قیصر خان ملاقات کے لئے حاضر ہوا۔ حضرت صاحب قدس سرہٗ نے مصلحت کا سوال پیش فرمایا کہ صلح میں بھلائی ہے قرآن مجید کا نص ہے۔ قطعی موجود ہے۔

وَالصُّلْحُ خَیْرٌ الآیۃ۔ فیصلہ میں خطرہ ہے۔ اس لئے کہ فیصلہ کا انجام معلوم نہیں ہے واللہ عالم کیا ہوگا۔ اس بارے میں تقدیر ایزدی معلوم نہیں قیصر خان نے کہا کہ میں نے اچھا نظام برابر کیا ہے کیس کی نوعیت کو نہایت درست بنایا ہے۔ میری تدبیر مستحکم و مضبوط اور تسلی بخش ہے۔ کام ہمیشہ تدبیر سے انجام پاتے ہیں۔ تقدیر سے کچھ نہیں ہوتا۔ حضرت صاحب قدس سرہٗ جوش میں آگئے۔ اور فرمایا کہ جاؤ تھوڑے روز میں خدا کی تقدیر اور تمہاری تدبیر کا مقابلہ دیکھوں گا۔ حضرت صاحب واپس لاڑکانہ تشریف لے آئے نواب غیبی خان سے فرمایا کہ جاؤ جرگہ میں خدا تمہارا حافظ و نگہبان ہے۔ نواب غیبی خان کی استدعا سے حضرت صاحب قدس سرہٗ نے ان کے ہاں قیام فرمایا۔ جرگہ شروع ہوا۔ درمیان جرگہ میں قیصر خان سے ایک خطرناک بیان سرزد ہوا۔ جو سراسر جھوٹ تھا حاکم وقت پولیٹیکل ایجنٹ بلوچستان قیصر خان کے اس بیان سے ناراض ہو گئے اور مقدمہ میں ان کو سزاوار ملامت اور محروم ٹھہرایا اور قیصر خان کی جلاوطنی کا حکم دیا۔ کہ قیصر خان بلوچستان سے نکل جائے حکم کی تعمیل میں قیصر خان کو بلوچستان سے نکالا گیا۔ پھر ایک دفعہ ملاقات کے لئے چشمہ شریف میں حاضر خدمت ہو کر میں نے کہا کہ حضرت سنا گیا ہے کہ قیصر خان نے وائسرائے کے سیکرٹری کو پانچ لاکھ روپیہ رشوت دیئے ہیں۔ اس کا ارادہ ہے کہ اب وہ واپس بلوچستان آنا چاہتا ہے۔ اور اس کو واپسی کی اجازت مل گئی ہے۔ اس واقعہ کو سنتے

تیمر

ہی حضرت صاحب قدس سرہٗ دولت خانہ کی طرف جلدی اٹھ گئے اور فرمایا کہ قیصر خان کی خاک (قبر) بلوچستان میں نہیں ہوسکتی آخر کار ایسا ہی ہوا۔ قیصر خان کو وفات کے بعد بلوچستان میں دفنانے کی اجازت نہ دی گئی۔ چنانچہ اس کو ملتان میں حضرت بہاؤالدین رحمتہ اللہ علیہ کے قریب دفن کیا گیا۔ حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی ہمت عالی کی بدولت غیبی خان سے مصیبت دور ہوگئی۔ خداوند تعالیٰ کے دوستوں کی عزت اور درویشوں کی ہمت نے قیصر خان کو ملک سے گم کیا اسطرح واقعات ہزاروں موجود ہیں۔ جنکا احصار مشکل ہے نمونہ کے لئے چند واقعات بیان کئے گئے۔

حضرت قدس سرہٗ کے مریدین و معتقدین بے شمار ہیں۔ جن کی گنتی نہایت دشوار ہے حضرت صاحب قدس سرہٗ نے خلافت کیلئے بڑی بڑی شرائط مقرر فرمائی تھیں۔ مشائخ کرام کے حکم کے مطابق مثلاً چلہ کشی، علم دینی، شہود کیفیات وغیرہ ذالک مریدین محض ذوق وشوق ذکر فکر کے جذبات پاکر ان کو قابل خلافت نہیں سمجھتے تھے۔ باوجود اس کے کہ چند حضرات ذکر فکر میں نہایت مشہور وقابل تھے مگر ان کو خلعت خلافت سے نہیں نوازہ گیا۔

یاد رکھنا چاہیئے کہ حضرت صاحب قدس سرہٗ کی عادت مبارک یہ تھی کہ اگر کسی معاملہ میں کسی سے ناراض ہوجاتے تو جتنی بھی ناراضگی زیادہ ہوتی پھر بھی نسبت ان سے سلب نہیں فرماتے تھے۔ البتہ ناراضگی کے

سبب سے تبرکات اور فیوض میں کمی آجاتی لیکن نسبت بدستور جاری رہتی تھی اسی طرح انہوں نے وعدہ کیا تھا اب اسکی ذرا تفصیل بتا دوں تاکہ فوائد ونتائج اس پر مرتب ہوں۔

مولوی محمد یوسف ان کے پہلے خلیفہ تھے۔ جب مولوی صاحب نے تلقین وارشاد کا معاملہ تیز کر دیا۔ تو ان کے معتقدین میں چند اشخاص مرتبہ حالی کو پہنچ گئے اور تلقین وارشاد انہوں نے بھی شروع کر دیئے۔ لیکن حضرت قدس سرہٗ کی اجازت کے بغیر تلقین وارشاد شروع کر دیا اسباق و وظائف کو جلدی جلدی تبدیل کرنے لگے۔ یہ واقعہ حضرت صاحب قدس سرہٗ کے گوش گذار ہوا آپ ناراض ہو گئے کہ مولوی محمد یوسف کی خلافت مقید ہے پھر وہ کیوں قانون وآداب طریقت کے خلاف ورزیاں کر رہے ہیں اسی ناراضگی کی بناء پر مولوی محمد یوسف سے نسبت سلب فرمائی مولوی صاحب باوجود کمال کے ویسے کے ویسے خالی رہ گئے۔ حاجی محمد عباس صاحب جو کہ حضرت صاحب خواجہ فیض الحق صاحب کے خلیفہ ہیں انہوں نے کشف کے ذریعے معلوم کیا کہ مولوی محمد یوسف سے نسبت سلب ہو چکا ہے۔ فوراً حاجی صاحب حضرت صاحب کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے عرض کی کہ اسطرح نہ ہونا چاہیئے کسی مرید سے سلب نسبت اچھی نہیں غلطی کرنا لوازمات بشر سے ہے انسان خطا وغلطی سے خالی نہیں ہو سکتا لہٰذا مولوی صاحب کی خطا سے درگذر کرنی چاہیئے حضرت صاحب قدس سرہٗ نے فرمایا اچھا مولوی صاحب کو حاضر کیا جائے حاجی صاحب کے مطالبہ پر

مولوی محمد یوسف صاحب حاضر خدمت ہو گئے۔ مولوی صاحب کا وہ مرید جس نے بلا اجازت ارشاد تلقین شروع کیا تھا وہ بھی حاضر خدمت ہو گیا۔ حضرت صاحب نے مولوی صاحب کو دیکھتے ہی تبسم فرما کر ارشاد فرمایا کہ تجھے معاف کر دیا نسبت واپس آ گئی۔ مولوی صاحب نے عرض کی کہ حضرت اُس چور کو بھی حاضر کر چکا ہوں۔ فرمایا وہ بھی تجھے معاف ہے اُن کے ذکر و جوش میں کوئی فرق نہیں آیا۔ اسی وقت حضرت صاحب نے وعدہ کیا کہ آئندہ کسی بھی مرید سے نسبت سلب نہیں کرونگا مولوی صاحب محمد یوسف حاجی محمد عباس رحمۃ اللہ علیہ کے اس احسان کو ہر وقت یاد فرمایا کرتے اور ان کے شکر گذار رہتے تھے۔

حضرت صاحب قدس اللہ سرہٗ کے سجادہ نشین اور خلیفہ اعظم صاحبزادہ کلاں حضرت جناب جلالت مآب خواجہ خواجگان خواجہ عبدالحیٔ جان چشموی مدظلہٗ ہیں۔ آپ علم و عمل دونوں کمالوں کے جامع ہیں علوم عقلی و نقلی میں ماہر ہیں۔ اوصاف جمیلہ و اخلاق حمیدہ کے مالک ہیں اسرار ربانی کے واقف ہیں۔ مظہر نور یزدانی متبع سنت نبویؐ مستقیم الاحوال صاحب کرامات ظاہر وارث مقامات عالیہ ہیں۔ اسلئے کہ فرزند اپنے والد کا نمونہ ہوتا ہے۔ خلیفہ صادق الخلافہ شفیق مہربان ہیں۔ اطال اللہ عمرہٗ و افاض علینا فیوضہٗ و برکاتہٗ (آمین)۔

حضرت جناب خواجہ محمد عمر جان قدس سرہٗ ان کے حق میں بڑی بڑی بشارتیں بیان فرمایا کرتے تھے۔ ان سے بڑی امیدوں کا اظہار فرمایا کرتے تھے۔

حضرت صاحب قدس سرہ نے بیان فرمایا کہ جب بزرگوارم جناب والد صاحب حضرت مولانا خواجہ فیض الحق جان کا انتقال پُرملال ہوا۔ تو مجھ پر بہت سے ہجوم پریشانی کا پہاڑ ٹوٹ پڑا میں نہایت منقبض اور پریشان رہتا تھا۔ ایک رات خواب میں دیکھا کہ بادشاہ ہمارا مہمان ہے پریشانی ہوئی کہ بادشاہ کی ضیافت کے لئے کیا کچھ انتظام کیا جائے اسی اثنا میں بیدار ہوا۔ صبح ہوتے ہی خواجہ آغا عبدالحئی جان مدظلہٗ کا تولد (ولادت باسعادت) ہوا ان کے دیکھنے سے قبض و پریشانی دور ہوکر خوشی و سرور حاصل ہوا۔ حضرت صاحب قدس سرہٗ ان کی تربیت و تعلیم میں بہت کوشش و سعی مبلغ فرمایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ سفر فریضہ حج میں ان کو اپنا رفیق بنایا مدینہ منورہ کے اندر قاسم فیوض والبرکات رحمتہ اللعٰلمین صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس و حضور میں ان کو حاضر کردیا اور ان کے لئے دعا فرمائی حضرت خواجہ عبدالحئی جان نے ذکر وارشاد کی اجازت بہت پہلے اپنے والدِ ماجد سے حاصل کی تھی مگر والد ماجد جب سنہ ۱۳۶۲ ہجری یکم ذوالحجہ میں دنیا سے رخصت ہوکر وفات پاگئے پس حضرت خواجہ آغا عبدالحئی جان ان کے انتقال کے بعد تلقین وارشاد معتقدین میں ہمہ تن مصروف و مشغول ہوئے اگرچہ ان کا دل مبارک والدِ ماجد کی جُدائی والم فرقت میں غمگین اور پریشان تھا پھر بھی حسب ارشاد والد ماجد کے طالبان طریقت کی خدمت و تلقین میں مصروف ہوئے مشکلات کے وقت معتقدین کی امداد میں اپنی

پوری کوشش مبذول فرمارہے ہیں. تلقین وارشاد کا بازار ان کی بدولت حسب دستور سابق گرم ہے. اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اس میں کوئی کمی نہیں آئی۔

حضرت صاحب قدس سرہٗ کا وجود مبارک تمام مقاصد ومشکلات کے لئے حل وخلاصی کا ذریعہ ہے. ان کے دیکھنے سے مشکلات حل ہوجاتی ہیں. اور سوالات کے جوابات کی عقدہ کشائی ہوجاتی جو حضرت صاحب محمد عمر جان قدس سرہٗ کو دیکھنا چاہتے ان کے فیوض وبرکات سے مستفیض ہونا چاہتے آپ کے کمالات وکرامات کا نظارہ کرنا چاہتے تو حضرت خواجہ آغا عبدالحئی جان مدظلہ، کی زیارت کرتے اور ان کی صحبت میں رہنے سے یہ تمام سوالات حل ہوجائیں گے. اور مقاصد پورے ہوجائیں گے مجھے یقین ہے کہ جو کوئی آپ کی صحبت وحضور میں پہنچے گا وہ معرفت کے انوار وتصوف کی گہرائیوں میں غرق ہوجائے گا. جو اس کا مقصد ہوگا وہ بلاقیل قال کے حاصل ہوجائے گا.

مگر افسوس ہے کہ سچے طالبوں کی قلت اور کمی ہے لوگ بہت کم اس طرف توجہ دیتے ہیں. اور نہ بازار افادہ وافاضہ حسب سابق گرم ہے گویا کہ توفیق وسعادت درمیان سے اٹھ گئے ہیں کوئی شخص میدان میں نظر نہیں آتا سواروں کو کیا ہوا. کہ وہ بہت کم نظر آنے لگے ہیں اکثر لوگ حل مشکلات ورفع مصائب کے لئے خدمت اقدس میں حاضر ہوجاتے ہیں حضرت صاحب خواجہ آغا عبدالحئی جان مدظلہ کی

ہمت عالیہ و شفقت تامہ کی بدولت اور فضل ایزدی جل شانہٗ سے وہ مقصود اصلی کو پہنچ جاتے ہیں حضرت صاحب کا وجود مسعود اللہ تعالیٰ کی نصرت و فتح کا مظہر اور کان ہے۔ یہ بھی لوگوں کی خوش نصیبی ہے کہ وہ ولی کامل کے حضور میں دنیوی حاجات کے لئے حاضر ہوتے ہیں۔ اور ولی کامل ان کو آخرت کی سعادت و فیوض حاصل کرنے کیلئے القا کرتے ہیں ہر شخص وہی کرتا ہے جو اس کے پاس ہوگا۔ اور اسکے شایانِ شان ہوگا۔ صادقین کے حضور میں بیٹھنے سے صداقت نصیب ہوتی ہے۔ اولیا کی زیارت ایک بڑی نعمت ہے۔ اگر خداوند تعالیٰ کسی کو اخلاص اور توفیق بخشے اور ان کی صحبت میں ہر وقت حاضر ہو تو اگر فیض کم حاصل ہو پھر بھی صداقت کی بو ہر حال میں نصیب ہوگی۔ اور اگر وہ بھی میسر نہ ہو تو ان کی زیارت بھی تو ایک بیش بہا قیمتی نعمت ہے۔ ان کا دیکھنا ہی ایک کافی فیض ہے۔

حضرت خواجہ قیوم الزمان جناب آغا عبد الحئی جان مدظلہٗ العالی نے بھی کئی حضرات کو خلعت خلافت عطا فرمائی ہے ان کے اعلیٰ و اول خلیفہ حضرت خواجہ آغا معین الدین جان قدس سرہٗ ہیں جو کہ حضرت صاحب خواجہ عبد الحئی جان کے بڑے صاحبزادے ہیں۔ خواجہ معین الدین کے حالات سے کیا کچھ تحریر کیا جائے حضرت موصوف مادر زادی ولی بزرگ تھے جب ان کی ولادت ہوئی تو مرشد کامل حضرت محمد عمر جان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حقیر کو خط لکھا تھا۔ اس میں تحریر فرمایا تھا کہ فرزند جگر بند

ارجمند کلاں آغا عبد الحیٔ جان کے گھر میں ایک لڑکا باکمال تولد ہوا ہے ہندوستان کے مشہور ولی خواجہ معین الدین اجمیریؒ کا نام اس پر رکھا گیا ہے میں نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ حضرت صاحب محمد عمر جان قدس سرہٗ اپنے ہاتھ مبارک سے خواجہ معین الدین جان کے سینہ مبارک پر اسم ذات کا نقش لکھ رہے ہیں۔ ان حالات سے معلوم ہوا کہ ان کی فطری اور عطائی ولایت ہے جو بچپن ہی میں اللہ تعالیٰ نے نوازا تھا۔ ان کی ولایت کا ظہور اور تحصیل فیوض بظاہر اگرچہ ان کے والد ماجد حضرت خواجہ آغا عبد الحیٔ جان سے ہوئی۔ مگر درحقیقت ان کے جد امجد سے ہوئی ہے۔ حضرت معین الدین جان ولی کامل تھے عبادات و ریاضات و مجاہدات میں نہایت ادب و احترام کے ساتھ مصروف تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ہمت عالی عنایت فرمائی تھی خلوت و تنہائی کے بہانہ پر حکمت کا کام کرتے تھے۔ الگ دواخانہ قائم کیا تھا وہاں ذکر الٰہی و صفات باطن کے تحصیل میں مصروف رہتے تھے۔

ایک دفعہ حقیر ان کے دواخانہ میں داخل ہوا۔ تو فرمایا کہ دواسازی و حکمت کو ذکر فکر کے لئے بہانہ بنا کر الگ لوگوں سے خلوت میں اللہ پاک کو یاد کر رہا ہوں۔ درحقیقت میرا مقصد حکمت اور دواسازی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اخلاق حمیدہ اور کیفیت جاذبہ عنایت فرمایا تھا جو بھی ان کو دیکھتا تھا۔ مجرد دیکھنے کے ساتھ گرویدہ ہوتا تھا

اور ان کے لئے مشتاق بصد جان رہتا تھا۔ کبھی ان سے غلطی و نسیان نہیں ہوا افسوس ہے کہ وہ ہم سے جدا ہو گئے ہیں حقیر پر بڑے مہربان اور مشفق تھے۔ امید کرتا ہوں کہ جو شفقت و مرحمت اس دنیا میں میرے حق میں رکھتے تھے۔ اس عالم آخرت میں بھی میرے حق میں ایسی شفقت و مرحمت مبذول فرمائیں گے۔ تاکہ میرا خاتمہ بالخیر و حل مشکلات کیلئے ذریعہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کے دوست مر کر فنا نہیں ہوتے۔ بلکہ ایک دار سے دوسرے دار میں منتقل ہو جاتے ہیں۔

ہرگز نہیں مرتا وہ جسکا دل عشق الٰہی سے زندہ رہا دنیا کے تختہ پر ہمارا دوام لکھا ہوا ہے ہم عاشقان خدا دائم و باقی رہیں گے۔ ان کی برکت سے اللہ تعالیٰ ہمیں بخش دے اور ان کی بدولت بزرگوں کی رفاقت و صحبت میں شامل کر دے روز قیامت ان کے زمرہ و جماعت میں ہمارا حشر ہو اگرچہ ہم اللہ تعالیٰ کے دوستوں بزرگوں جیسے عمل نہیں رکھتے مگر دنیا میں ان کی صحبت میں رہنے والوں میں سے ہیں۔ ان جیسے اخلاص اگرچہ ہمارے پاس نہیں مگر ارشاد نبوی ہے (المرء مع احب) انسان قیامت کے دن اُن لوگوں کے ساتھ ہوگا جن کو دنیا میں دوست رکھتا تھا ان کی صحبت اختیار کرتا تھا بزرگوں کی جماعت وہ قوم ہے جن کا ہم نشین بے بہرہ محروم نہیں رکھا جائیگا یہ اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل و عنایت و عظیم کرم ہے فللہ الحمد والمنتہ

حضرت خواجہ آغا فخر الدین جان نمبر دوم حضرت صاحب دامت برکاتہم کے

صاحبزادے ہیں۔ خلعت خلافت سے مشرف ہوچکے ہیں بڑے جیّد متقی ذہین متبع شریعت نیک کردار نیک سیرت مہربان شفیق عالم ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو بڑی فراست دانشمندی عنایت فرمائی ہے سیرت وصورت میں وہ اپنے والد ماجد مدظلہ کے نمونہ ہیں اس وقت اپنے برادر مرحوم آغا معین الدین جان کی جگہ پر شغل تدریس میں مصروف ہیں درس وتدریس میں ایک لاثانی حیثیت رکھتے ہیں۔ تیسرا فرزند ارجمند آغا عبدالقدوس جان ہیں صاحب استعداد اور بڑے صاحب اخلاق دانشمند ہیں عموماً خاموش رہتے ہیں کثرت کلام سے اجتناب کرتے ہیں۔ ان کی پیشانی سے فراست اور اخلاق حمیدہ کی علامات وتقویٰ کی نشانیاں معلوم ہورہی ہیں موجودہ وقت میں تحصیل علم وسلوک میں مشغول ہیں حضرت صاحب دامت برکاتہم کے اور بھی اولاد امجاد ہیں۔ بفضلہٖ تعالیٰ وہ سب کے سب معرفت ومعانی کے گلزار و پھول ہیں جن کے باغ میں کانٹا نہیں ہے سب کے سب پھول معانی ومعرفت ہیں اللہ تعالیٰ ان سب کو نیک لوگوں کے درجات پر فائز فرمادے (آمین)

خادم آستانۂ اولیاء غلام رسول بن مولوی جان محمد مقیم لاڑکانہ

والسلام خیر ختام اولاً و آخرم۔

غزل

طوطیائے دیدہ سازم خاکپائی نقشبند
تا بیابم سرِ حق از لطف شاہ نقشبند

واقف اسرار گردد چشم آن بینا شود
ہر کہ آید یک زمان اندر قبای نقشبند

ما فقیران قلندر احتیاج مال نیست
خاک ما زر میشود از یک نگاہِ نقشبند

دردِ پنہان مرا دارو کجا دارد طبیب
میروم در سایۂ دارالشفائی نقشبند

پیر گشتم قامتِ من چون کمان گردید خم
نوجوان گردم اگر یابم عصائی نقشبند

روز میزانِ قیامت چونکہ باشد رستخیز
سربلند آید علم دربارگاہ نقشبند

نقشبندی دیگ جوشان ست سرپوشیدہ دار
بر خورد آنکس کہ او باشد فدائی نقشبند

ما فقیر خلقۂ مشکلکشائی نقشبند
مشکلم آسان شدہ از یک نگاہ نقشبند

کیمیا گر مدعائی دین دنیات بود
چشم خود فرشی رہش کن جان فدائی نقشبند

غزل

از مولوی عبداللہ درخانی

موصل سیزدان زود تر پنہان رہ ایخواجگان
مر بتدی نقشبند شد انتہائی دیگران

کشف قبور شد دران بہر مرید مبتدی
صدیقؓ وہ شاہ نقشبند دان پیشوای سالکان

با کام اول رود بد انوار افعالش زہی
بعنی صفات در دوم ذاتی تجلا بعد ازان

دل کو مکانی لامہ بالا مکانی شامل ست
با ذکر گردد جملگی مکشوف ظاہر اندران

یندی ہواس جملہ را یعنی بدل با یک خیال
با ہمت مردانگی انوار با بینی عیان

دل پاک صاف و ہیز نور ہم مطمئن از ذکر شد
کین نقشبندان متبع راؤ شرع شہ مردان

لذات طاعت شد درود مشکلت مردان زند
دُرخانیا در رابطہ استندا ین کار گران

غزل

از علامہ مولوی عطا محمد سندھی نقشبندی

سر فدا سازم بجان بر خواجگان نقشبند
ہم فدا جسم و روان بر خواجگان نقشبند

دل کہ در ظل یدش پنہان ز چشم ما بود
شد پدید ہیتا عیان بر خواجگان نقشبند

گر کنی انکار ازیشان زود تر رسوا شوی
فسق کی ماند نہان بر خواجگان نقشبند

معجزہ عیسیٰ باحیا بد مرا علم الیقین
شد کنون عین الیقین از زندگان نقشبند

گر خدا طلبی بود منظورات ای مرد خدا
آن بصدق دل دوان بر خواجگان نقشبند

حلقہ بربستہ چو بنشینند میگردند نزول
فیض انوار از آسمان بر خواجگان نقشبند

در توجہ ہای شان تاثیر مقناطیس است
چہ مطیع چہ عاصیان بر خواجگان نقشبند

این شہان بر صید دلہا چون کمر بستند چست
شد عطا بیچارہ سگ از سگان نقشبند

تمت بالخیر ۱۰ شعبان سنہ

جملہ حقوق بحق پبلشر محفوظ ہیں

الحمدللہ کہ یہ کتاب فیض سیالہ مسمیٰ بہ

سلسلہ

حضرت چشموی

مجددی نقشبندی

مؤلفہ

مولوی عبداللہ درخانی مجددی نقشبندی

مترجمہ

مولوی عبدالشکور صاحب طوروی خطیب جامع مسجد کوئٹہ۔

حسب فرمائش۔

صوفی محمد رحمت اللہ صاحب نقشبندی

مدرس گورنمنٹ ہائی سکول بیل پٹ بلوچستان

کتابت محمد ایوب سوننگی۔